Nc

cathy

ہو الکل

یا معین

۷۸۶

لڑائی کا گھر

یعنے

پورا میگزین

جس میں مصورِ فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی
کے لکھے ہوئے حسبِ ذیل سات مضامین ہیں

۱ توپخانہ + ۲ بندوق + ۳ بم + ۴ ہوائی جہاز
۵ مچھر کا اعلانِ جنگ ۶ مکھی کا میدانِ جنگ
۷ جرمن شہزادہ کی لاش

کارکن حلقہ مشائخ بک ڈپو دہلی نے اپریل ۱۹۲۵ء میں
(دوسری بار شائع کیا) قیمت (۶)

طوفان آرٹ لیتھو پریس دہلی میں طبع ہوا

۸

۷۸۶ ہوالکل یامعین

دیباچہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

یورپ کی عالمگیر جنگ شروع ہوئی تو ہندوستان میں مختلف قسم کے اثرات پیدا ہوئے ایک تو قدرتاً ہر انسان لڑائی کی خبر سے متاثر ہوتا ہے اسواسطے ہندوستانی بھی اس عالمگیر لڑائی کا حال سنکر سراسیمہ ہوگئے ان میں بعض انگریزوں کی ہمدردی کے سبب اور بعض دیگر شریک جنگ بادشاہوں کے تعلق کی وجہ سے +

دوسرا اثر یہ پیدا ہوا کہ حفظ ماتقدم کے انتظامات کے سبب حکومت نے ہندوستانی تحریر و تقریر کی آزادی پر پہرے لگادیے۔ تیسری بات یہ ظاہر ہوئی کہ سامان جنگ کی فراہمی کے سبب اشیاء کی گرانی روز بروز بڑھنے لگی، اور غربا سخت مصیبت میں مبتلا ہوگئے۔ چوتھا اثر یہ ہوا کہ ہزاروں قسم کے کام نکل آئے اور لاکھوں آدمیوں کو روزگار مل گیا۔

غرض متعدد اثرات نمودار ہوئے جنمیں بعض اچھے تھے اور بعض بُرے، اور بُرے بھی ایسے سخت جنکے تصور کرنے سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ مثلاً فوجی بھرتی شروع ہوئی اور باوجود انگریزی حکام کی احتیاط کے ماتحت افسروں نے ایسی بے دردیاں بھرتی کے کام میں کیں جنسے بیشمار گھر بلبلا اُٹھے +

انگریز سختی اور ظلم سے یہ کام کرنا نہیں چاہتے تھے، مگر جنگ کی مجبوریوں اور وقت کی نزاکت کے سبب اُن دیسی افسروں کی نگرانی مشکل تھی جو بھرتی میں طرح طرح کی سختیاں کر رہے تھے +

بہرحال میرا دل (اور میری طرح ہزاروں دل ایسے ہی ہوں گے) یہ مناظر دیکھکر اور جنگ کی ہولناک خونریزیوں کا حال پڑھکر بیحد متاثر ہوا اور میں نے اپنے جذبات و احساسات سے مجبور ہوکر اُن کو قلمبند کرنا شروع کردیا

بہت سے جذبات تو ایسے تھے جنکو وقت کی مصلحت اور قانونی پابندی کے سبب شائع کرنا مناسب نہ تھا، لیکن بعض اس قابل نظر آئے جو عوام کی نظروں کے سامنے آسکتے تھے اس لئے ان کو اخبارات اور رسائل نے چھاپ دیا۔ چنانچہ جنگ کے متعلق صدہا مضامین میں نے لکھے جو سی پارۂ دل اور چٹکیوں گدگدیوں وغیرہ کتابوں میں موجود ہیں، اور بعض اب تک کسی کتاب میں شائع نہیں ہوئے اخباروں اور رسالوں میں چھپکر رہ گئے ؛

اسی زمانہ میں توپ خانہ۔ بندوق۔ ہوائی جہاز۔ بم۔ مکھی کا میدان جنگ۔ مچھر کا اعلان جنگ جرمن شہزادہ کی لاش وغیرہ مضامین چھوٹے چھوٹے رسالوں میں شائع ہوئے اور خلقت نے اُن کو اسقدر پسند کیا کہ کئی کئی دفعہ اُن کے چھپنے کی نوبت آئی۔ اور اُن کا اس قدر چرچا ہوا کہ بچے بازاروں میں پکارتے پھرنے لگے کہ حسن نظامی کا توپ خانہ چار پیسہ کو، "حسن نظامی کا ہوائی جہاز دو پیسہ کو"

خریداروں کے نام اگر رجسٹر میں دیکھے جائیں تو زیادہ تعداد مدارس اور مکاتب کے بچوں کی نکلیگی جنھوں نے اُن کو خرید کر پڑھا حالانکہ یہ مضامین انکی سمجھ سے اونچے تھے

جنگ سے نفرت

میں صوفیوں کے فرقہ سے تعلّق رکھتا ہوں جس کو جنگ سے دلی نفرت ہے لڑنے والا خواہ کسی ملک اور کسی قوم اور کسی مذہب کا ہو میں اسکے جذبہ جنگ کا دلی دشمن ہوں میں نہیں چاہتا کہ انسان خدا کی زمین پر خونریزی کرے مجکو اس خیال سے بھی تکلیف ہوتی ہے کہ آدمی چار دن کی فانی زندگی کے لئے اور اُس کی دولت و عزت کے واسطے اپنے ہم جنس بھائیوں کا خون بہائے اور مطمئن گھروں میں ماتم و الم پیدا کرے یہی وجہ ہے کہ میرے ان مضامین میں جو اس مجموعہ میں ہیں جنگ کے خلاف جذبات ہیں جنگ کے جذبہ کی کھلم کھلا مخالفت بھی کی گئی ہے اور اس کے خلاف اشارے کنائے میں بھی اظہار خیال کیا گیا ہے۔ کہیں سنجیدگی سے اس جذبہ کی مذمت کی گئی ہے کہیں ظرافت کے پیرایہ

میں اسپر چوٹ ہوئی۔ غرض ہر پہلو سے خیالات جنگ پر اظہار نفرت وملامت کیا گیا ہے۔ اور ان مضامین کے لکھنے کا یہ ایک بڑا مقصد تھا +

تصوّف وخدا پرستی

دوسرا مقصد ان تحریروں سے یہ تھا کہ اُن عنوانوں کے ذریعہ سے جو زمانۂ جنگ میں ہر شخص کے زیر توجہ ہوا کرتے ہیں لوگوں کو خدا کی یاد دلائی جائے اور تصوف کے اصول و اسا سات کو بتایا اور سمجھایا جائے۔ تصوّف اور خدا پرستی کے خیال کو شائع کرنا اور ایسے طریقہ سے پھیلانا جو آسانی سے ذہن نشین ہو جائے میرا اور میرے بزرگوں کا فرض تھا اور ہے اس واسطے یہ مضامین لکھکر اس فرض کو پورا کیا گیا +

ہیبت دور کرنا

تصوّف کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ انسانوں کے دلکو مخلوق کے رعب اور خوف سے آزاد کیا جائے کہ آدمی کو سوائے خدا کے اور کسی مخلوق سے ڈرنا ممنوع ہے اور اس کی شان آدمیت کے خلاف ہی اسواسطے میں نے توپ خانہ چار پیسہ کو۔ ہوائی جہاز دو پیسہ کو۔ بندوق دو پیسہ کو۔ بآواز بلند بازاروں میں فروخت کرا کے اس بناوٹی خوف کو دور کرنے کی کوشش کی ہو جو ان آلات قاتل و مہلک کے ناموں میں پوشیدہ تھا۔ کیونکہ جب بچّے توپ خانہ چار پیسہ کو اور ہوائی جہاز دو پیسہ کو پکارتے تھے تو ان کے دلوں سے ان چیزوں کی عظمت اور ہیبت دور ہو جاتی تھی اور اُن کے قبول کرنے والے احساس میں نقش ہو جاتا تھا کہ توپ، بندوق ہوائی جہاز ڈرنے کی چیزیں نہیں ہیں بلکہ دو چار پیسہ کو بکنے کی اشیا ہیں جنسے خوف کرنا فضول ہے +

ترقی اُردو

ترقی کرنے والی زبان کے لیے ضروری ہے کہ اس میں ہر قسم کے مضامین لکھے جاویں میں نے ہمیشہ اس کی کوشش کی کہ میری ہر تحریر ترقی اردو کے معیار کے موافق ہو اور اس میں ہر قسم اور ہر رنگ کے مضامین ہوں چنانچہ اس مجموعہ کے مضامین میں بھی یہ مقصد موجود ہے کہ جنگ سے نفرت اور اشاعت خدا پرستی و خدا جوئی و تصوف

کے علاوہ ادبی اور لٹریری طرز کو بھی خاص طور سے پیش نظر رکھا گیا ہے چنانچہ بندوق اور بم وغیرہ مضامین میں یہ رنگ غالب ہے۔ توپخانہ میں تصوف کا اثر زیادہ ہے۔ جرمن شہزادہ کی لاش میں درد و سوز کی کیفیت ہے مچھر و مکھی کے قصہ میں طب علم تشریح سیاست اور مذہبیت کو جمع کیا گیا ہے +

میں نادم نہیں ہوں

قصہ مختصر میں ان مضامین کے لکھنے سے نادم نہیں ہوں چھ سات برس کے بعد آج جب میں نے انکو دوبارہ پڑھا تو مجھکو باوجود خیالات میں تبدیلی ہو جانے کے ان مضامین کو پڑھکر کسی قسم کی شرمندگی نہیں ہوئی اور میں نے انکو اس قابل نہیں پایا کہ انکی اشاعت ملتوی کر دیتا۔ بلکہ انکو مجموعی شکل میں چھاپنا ضروری سمجھا +

چھ سات برس کے عرصہ میں صدہا مضامین اور رسالے میرے خلاف شائع ہوئے اور صدہا تقریروں اور لیکچروں میں میری برائیاں کی گئیں اور جب میں نے ان سبکو غور سے پڑھا اور نیت اصلاح سے سنا تو ہر تحریر و تقریر میں میری ذات پر حملہ کرنے کے وقت مخالف لوگ توپخانہ اور بندوق اور ہوائی جہاز اور مچھر مکھی کے رسالوں کا نام ضرور لیتے تھے۔ یعنی مجھکو ان مضامین کا مصنف ہونے کے سبب نالائق، نامعقول اور بازاری آدمی کا خطاب دیا جاتا تھا، اور جب کبھی میری تاریخی کتابوں پر بحث یا رائے زنی ہوتی تھی تو ازراہ طعن یہ ضرور لکھا جاتا تھا کہ حسن نظامی مچھر مکھی کے قصے لکھ سکتا ہے۔ علمی مضامین سے اسکو کیا سروکار یا جو شخص مچھر مکھی کے قصے لکھتا ہے اسکو مذہبی و علمی میدان میں نہ آنا چاہیے۔ آج میں اپنے ان مضامین کو خوب غور سے پڑھ لینے کے بعد ہر اعتراض کو واپس کرتا ہوں، کیونکہ انمیں کوئی بات ایسی نہیں ہے جو سنجیدگی اور مذہب کے لحاظ سے طعن ہو سکے، سوائے اسکے کہ ان مضامین کے نام ذرا ہلکے اور غیر وقیع ہیں۔ مگر اندر کے مضامین ایسے ہیں جنکا لکھنا میرے لیے قابل فخر ہے قرآن شریف میں اللہ نے فرمایا ہے کہ میں مکھی مچھر کی مثالیں دینے سے نہیں شرماتا اسیطرح آج میں اللہ کا بندہ لکھنا چاہتا ہوں کہ مجکو بھی مچھر مکھی کے قصے لکھنے سے کسی قسم کی ندامت اور شرمندگی نہیں ہے کیونکہ ان قصوں کا مقصد اور نتیجہ قرآنی طرز کے عین موافق ہے۔ ابتک یہ رسالے علیحدہ علیحدہ فروخت ہوتے تھے مگر اب میں نے انکو ایک مجموعہ میں شریک کر دیا کیونکہ الگ الگ شائع ہونے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ پہلے انکی ہر اشاعت میں کتابت کی بیشمار غلطیاں چھپ رہی تھیں۔ اب انکو بھی درست کر دیا گیا۔ اور بے موقع باتیں کم بھی کر دی گئیں اور مجموعہ صاف ستھرا ہو گیا +

"حسن نظامی"

ہو الکل　　یامعین

۸۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جرمن شہزادہ کی لاش

قیصر جرمن اپنے کمرہ میں

یہ دنیا رنج و راحت کا غلط اندازہ کرتی ہے
خدا ہی خوب واقف ہے کہ کسپر کیا گزرتی ہے

نئے عنصر نہیں آتے چمن میں گل کھلانے کو
یہی ذرے ابھرتے ہیں یہی مٹی سنورتی ہے

وہ دو ذرے بلا اذنِ خدا مل ہی نہیں سکتے
کہ جنکے میل سے سائنس کی قوت اُبھرتی ہے

زبانیں مختلف بھی ہوں اگر دو حق پرستوں کی
ہم نبھ جاتی ہے نیت کی خوبی کام کرتی ہے

میرے دوست فرانسس جوزف نے اعلان جنگ کر دیا جس میاں میں میرا عہد اعانت داخل تھا اس کی تلوار کھنچ گئی۔ میں آگے بڑھوں یا ٹال جاؤں۔ آسٹریا کو سمجھاؤں یا اپنی طاقت کو بھی آزماؤں۔ خدا نے مجھ کو قدرت دی ہے میں تلوار کی گردش سے بڑے بڑے آسمانوں کو چکرا سکتا ہوں۔ بھٹرے ہوے دلوں کو تڑپا سکتا ہوں۔ مگر نہیں عظیم الشان تہلکہ برپا ہو جائے گا۔ ایسا نہ ہو کہ اس خونریزی کا جواب دہ مجکو گردانا جائے۔ قیامت کے دن میری باز پرس ہو، دنیا کی تاریخ میں چنگیز و ہلاکو کے بعد میرا نام لکھا جائے۔

یہ مجکو کیسی بزدلی کا خیال آیا۔ دنیا میں نہ کوئی اپنا ہے نہ پرایا۔ ہر وجود اپنی ذات کی حفاظت پر مقرر ہے، غیر کی پاسداری کا خیال خام اور خلاف نیچر ہے۔ یہ دن ایک نہ ایک دن آکر رہیگا، پھر ہمیشہ کون جیئے گا، جو اس وقت کا انتظار کرے۔ بہتر ہے

کہ آگے بڑھوں، چاہے مولا وار کرے یا پار کرے۔ دلیم! تو دیکھتا نہیں کہ لوگوں کا غرور کتنا بڑھ گیا ہے، ہر سلطنت اپنے رقبہ کی وسعت پر اتراتی ہے اور چھوٹی جگہ رہنیوالوں کو خاطر میں نہیں لاتی ہے، وقت آگیا کہ میں جرمن قوم کی عزت کو آفتاب تک پہنچاؤں یا جو کچھ ہے اُسکو بھی خاک میں ملاؤں۔

صنعت مٹے۔ کمال مٹے یا ہنر مٹے — دولت مٹے منال مٹے یا کہ زر مٹے

سب جائیں مٹ بلا سے نہ عزت مگر مٹے — اور آبرو کے جینے پہ انساں مر مٹے

قیصر کا لڑکا لڑنے جاتا ہی

جرمن کی مشہور فوج امپیریل گارڈ زمیدان جنگ کو جاتی ہے، اس کے سپہ سالار شہزادہ فریڈرک لیوپولڈ قصر شاہی میں اول قیصر سے رخصت ہوئے، اس کے بعد اپنے گھر میں آئے تاکہ اپنی نئی دلھن کو خدا حافظ کہیں۔

جسوقت یہ بانکا جواں فوجی وردی سے آراستہ کمر میں کرچ لٹکائے، موچھوں کو چڑہائے گھر میں داخل ہوا اس کی بیوی جسکی شادی ابھی حال میں ہوئی تھی بیتابانہ دروازہ تک آئی اور دیکھکر آنکھوں میں آنسو بھر لائی۔

شہزادہ نے مسکرا کر مصافحہ کیا۔ بوسہ لیا اور کہا:۔

الوداع اے جانِ جرمن الوداع — الوداع اے ماہ روشن الوداع

قتلگاہ کی پکار آگئی۔ لوخونی موسم کی بہار آگئی جو خاک کے ذروں کو آندھی بگولا بنانے آئی ہے، تو وہ پامال نے آسمان پر چڑہنے کی ٹھیرائی ہے۔ جرمن خشکیوں میں سمندری طوفاں ہیں، جرمنی سمندروں میں آتشی سامان ہیں۔ جرمن کی ہر ہستی حرکت میں آئی ہے مرنے مارڈالنے کی ہر دل میں سمائی ہے، اپنے دلدادہ کا آخری سلام لو۔ دونوں ہاتھوں سے کلیجہ تھام لو۔ اب یہ صورت خاک و خوں میں ملنے چلی ہے۔ جی بھر کے دیکھ لو بس یہ آخری گھڑی ہے۔

شہزادی یہ غمناک فقرے سنکر سناٹے میں آگئی۔ عالم یاس میں چمن کو دیکھا جس کے پھول گردنیں جھکائے ماتمی صورت بنائے چپ چاپ ڈالیوں میں جھول رہے تھے اور تھوڑی دیر خاموش رہکر بولی، ٹھہر اسا ہونے کی کیا بات ہے۔ میدان جنگ مردوں کی عید ہے۔ شب برات ہے، میری یاد کو دل سے بھلادو ایک خیال جنگ کے سوا ہر خطرہ کو مٹا دو۔

پیارے فریڈرک میری زندگی کا سہارا تم ہو۔ مگر میں اپنی زندگی کی بہار ملک کی زندگانی پر نثار کرتی ہوں۔ لڑائی کی قربانگاہ کو وہ دیتی ہوں جسکو سب سے زیادہ پیار کرتی ہوں۔

نمبر تیرہ کا نظارہ

جسوقت شہزادہ اپنی بیوی سے رخصت ہوکر گھر سے نکلا اور بیوی نے اسکو گھوڑے پر سوار کرایا دونوں کی آنکھ میں آنسو تھے۔ شہزادہ نے رومال سے آنسو پونچھے اور بیساختہ سامنے کے مکان کو دیکھا جسپر تیرہ نمبر لگے ہوئے تھے، تیرہ کا منحوس عدد دیکھکر شہزادہ کے چہرہ پر ہوائیاں اڑنے لگیں بیوی نے جو خاوند کے بشرہ پر ایک نئی کیفیت دیکھی تو اس کی نگاہ بھی مکان پر گئی اور تیرہ کا عدد نظر آگیا۔ اس بدشگونی سے اُسکا کلیجہ بھی دہک دہک ہونے لگا کیونکہ ۱۳ کا عدد تمام یورپ میں منحوس مشہور رہے۔ مگر وہ جی کو سنبھال کر بولی:۔ پیارے تم عقلمند آدمی ہو اس وہم کی پروا نہ کرو۔ یورپ خواہ مخواہ تیرہ کے عدد کو منحوس کہتا ہے، خدا کی مرضی بغیر دنیا میں کچھ نہیں ہوسکتا ہے۔ چلتے وقت اسی نمبر کا سامنے آنا ایک اتفاق ہے، اس کا وہم کرنا فضول ہے اس کے بعد فوج روانہ ہوگئی اور شہزادہ بھی گھوڑا دوڑاتا خلقت کے چیئرز اور سلامیوں کا جواب دیتا ہوا شہر سے نکل گیا

زخم ہلاکت

۲۴۔ اگست سنہ ۱۹۱۴ء کو فرانس کی سرحد پر انگریزی۔ اور فرانسیسی لشکروں کا جرمنی فوجوں سے خونریز مقابلہ ہوا، اور ایک گولہ کا ٹکڑا شہزادہ کے بھی لگا جس سے زخمی ہوکر شہزادہ گر پڑا، اور فوجی شفاخانہ میں لایا گیا۔

زخم کی تکلیف سے شہزادہ پر غشی کا عالم طاری تھا، مگر بیہوشی میں بھی یہ الفاظ اس کی زبان پر آتے تھے :- "کچھ پروا نہیں - بڑھو اور لڑو"

ڈاکٹر نے زخموں کو ٹانکے لگائے - اور طاقت کی ایک دوا دی جس سے شہزادہ کو ذرا سکون ہوا آنکھ کھولی اور اپنے پاس بیٹھنے والوں سے مخاطب ہو کر ناتوان آواز میں کہا :- میرا زندہ رہنا دشوار ہے - فکر نہ کرنا - کام کو جاری رکھنا جنگ اگرچہ ایک بُری چیز ہے دنیا میں بےچینی بڑھاتی ہے، ایک دل کی خوشی کے لئے بیشمار دلوں کو ستاتی ہے لیکن ہر چیز کی زندگی لڑائی اور مقابلہ کی بنیاد پر رکھی گئی ہے، ایک فنا ہوتا ہے تو دوسرے کو بقا ملتی ہے دیکھو پانی کا ایک وجود باغ میں جا کر قربان ہو جاتا ہے تو سینکڑوں پھولوں کو زندگی ملجاتی ہے آگ پانی کا مقابلہ کرتی ہے اسکو جلاتی ہے، بھاپ بناتی ہے تب مشینیں چلاتی ہے ریلیں دوڑاتی ہے، چاندی سونا جلنے اور پگھلنے کے بعد جب سکہ بنجاتا ہے تو ملک کا بادشاہ کہلاتا ہے - جو دشمن ہمارے سامنے ہیں سب ہمارے عزیز ہیں، ہم مذہب ہیں - ہمرنگ ہیں - ہم ہیشہ ہیں، مگر زندگی کی دوڑ میں ہم اور وہ ایک دوسرے سے جدا ہیں اسواسطے ہمارا فرض ہے کہ اپنی دوڑ کو خون کی تیز رفتاری کی طرح بنائیں - مریں مٹیں مگر آگے نکلے چلے جائیں - میرا آخری سلام میرے باپ میرے بادشاہ قیصر کو پہنچا دینا میرا دل میرے ملک کو دیدینا جس کی خاطر اس زندگی کا عیش ہمیشہ کے لئے ختم کرتا ہوں میری محبت اُس تک پہنچا دینا جس کا نام لینے سے زبان انکار کرتی ہے کیونکہ وہ بھی اُسکو پیار کرتی ہے، جو میری یاد میں تڑپتی ہوگی، جو دروازہ کو میرے استقبال کے لئے تکتی ہوگی - یہ کہا اور ایک دفعہ ہی گردن جھکالی، دیکھا تو معاملہ ختم تھا۔

لاش کا وطن میں آنا

آدھی رات کے وقت بالکل خاموشی کے عالم میں شاہی محل کے دروازہ پر لاش کی گاڑی لائی گئی، قیصر خود برہنہ سر رنج والم کی تصویر بنے ہوئے ساتھ تھے - رعایا کو خبر نہ دی تھی، شہزادہ

کی بیوی کو بھی معلوم نہ تھا، جب اس کو بلایا گیا اور مرنے والے کو دکھایا گیا تو شہزادی
نے آہ کہکر خدا کے سامنے گھٹنے ٹیکے اور یہ مرثیہ پڑھا:-

اس پر رحم کر، جس کی سلطنت چھن گئی، جس کا تاج تابوت میں لوٹا پڑا ہے
جس کا تاجدار کفن پوشی کے جشن مین مجکو بلاتا ہے۔ خدایا میری خوشیون کا چاند نہ ہین
پر آیا مگر تاریک ہوکر، میری امیدوں کی شمع روشن ہوئی مگر خاموش ہوکر۔
میں اس کی چکور کیونکر بنوں اس کا نور جاتا رہا، میں اس کا پروانہ کیسے بنوں
اس کا شعلہ بجھ گیا۔ میرے گھر کا دروازہ جس کی دستک کا آرزومند تھا وہ
بے اطلاع آگیا مگر بولتا نہیں اور مجکو دیکھتا بھی نہیں۔

اٹھو فریڈرک بولو فریڈرک، تمھارے پاس تمھاری وہ کھڑی ہے جسکو تم
عزیز رکھتے تھے، جسکو تم دیکھکر مسکراتے تھے، جس کے بغیر کہیں نہ جاتے تھے
کیا اب اکیلے جاؤگے، مجکو ساتھ نہ لوگے۔ اے جرمن کے بادشاہ میرے
ارمانوں کے نوشہ کو گھر جانے چلو، اس کو سمجھاؤ۔ مناؤ، خفا ہوکر قبر میں سونے
جاتا ہے۔ آہ فریڈرک۔ آہ فریڈرک (بیہوش ہوکر گر پڑی۔)

یہ تھا ایک بہادر جوان کا سچا قصہ جو جنگ یورپ نے دکھایا اور جس کے
دردناک واقعہ نے سننے والوں کو نصیحت کی کہ لڑائی بُری چیز ہے۔

ھو الکل

یامعین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

توپخانہ

الٹی میٹم میں اپنی حرف باتری کو گردش میں لانے سے پہلے دنیا کے میدان میں پکار کر کہدینا چاہتا ہوں کہ میرا توپ خانہ۔ ترک۔ انگریز۔ روس۔ فرانس کی لڑائی میں شریک ہونے کے لیے نہیں نکلا، نہ اس کو کسی فریق کے نیک وبد سے کچھ سروکار ہے۔ مقصد غافل ارواح کا جگانا ہے اور مستانِ خود پرستی کا جام پلانا ہے۔ لہذا درخواست ہے کہ قانونِ سیاست کے متوالے میری نشانہ بازی کی زد سے بچکر کھڑے ہوں اور خواہ مخواہ یہ نہ کہیں کہ گولے ہماری میز پر بھی آتے ہیں۔

حسن نظامی

ہراول خدا نے کہا وقت کو بُرا نہ کہو، کیونکہ میں خود وقت ہوں، ایک جن اخباروں کا نام وقت ہے ٹائمس آف انڈیا ہو یا ٹائمس آف لندن ہو ان کو ہم بُرا کیونکر کہیں کہ یہ بندگانِ وقت اور ٹائم ہیں۔

لیکن اتنا کہہ سکتے ہیں کہ کاغذی دنیا کے شہسواروں کو سوچ سمجھکر اور دشمن کی مخفی کمینگاہوں کو دیکھ بھال کر چلنا چاہیئے۔ لشکر کا اگلا حصہ مقدمۃ الجیش یا ہراول کہلاتا ہے پہلے اسی کو مقابلہ پیش آتا ہے۔ دنیا کی زندگی بھی ایک جنگ ہے اور اس کے ہراول اخبارات ہیں جو جہالت وکاہلی کے حریفوں سے لڑتے ہیں اور ترقی کے لشکروں کے لئے میدان صاف کرتے ہیں۔

دنیاوی ترقی فتحیاب ہوکر جشن مناچکی اب دینی ترقی کا وقت آیا ہے، اس واسطے

یورپ کی ترقیاں آپس میں دست وگریباں ہو رہی ہیں اور اپنا بھرم اپنے ہاتھوں کھو رہی ہیں۔ پس دینی ہراول کا یہ توپ خانہ آگے بڑھتا ہے۔ گرجتا ہے۔ برستا ہے اور خود پرستی کے سرشاروں کو مذہب کے راستہ پر بلاتا ہے۔ دیکھنا دشمن جانے نہ پائے، اور جائے تو پھر آنے نہ پائے۔ فیر کرو۔ شر کو مٹاؤ۔ خیر کرو۔ تقوے کی رسد فراہم ہو۔ نیک خیالی کے ہتھیار اٹھاؤ اور حریف کی پہلی صف کو چیر ڈالو اور غور کرو کہ ہر چیز خدا کے اختیار میں ہے وہی[۱] عزت دیتا ہے وہی ذلت دیتا ہے۔ وہی ملک عطا فرماتا ہے، وہی پھر چھین لیتا ہے۔ وہ سورج کو چھپاتا ہے تاریکی بڑھاتا ہے۔ اندھیرا اہٹاتا ہے تو سورج چمکاتا ہے۔

تاجوں کو تاراج کرے ننگوں کو مہراج کرے
روتوں کو دلشاد کرے ہنستوں کو برباد کرے
ایسے خدا کی پوجا کرو

بگل بجا صور پھنکا۔ نفسی نفسی کا وقت آیا۔ خلقت بھولی اپنا پرایا۔ نفس سے پوچھو کیا حال ہے؟ اب تیری سلامتی محال ہے۔ شیطاں سے کہو بہکانا چھوڑ دے اور ابن آدم کے آگے سر جھکائے، تاکہ خداوند کو رحم آئے اور لعنت کا طوق گلے سے اتر جائے ہم سب آدمی اس لئے پیدا نہیں ہوئے تھے کہ رات دن کھانے پینے اور رہنے سہنے کی خوشیوں میں غلطاں و پیچاں رہیں اور چند دن کی زندگی کو ہمیشہ کی زندگی سمجھتے رہیں۔ یہاں تو ایک دم کے مہماں تھے جہاں ہمیشہ رہنا ہے وہ اور جگہ ہے، جس جگہ جاکر واپسی نہیں ہوگی وہ اور مقام ہے۔ خاک کے بستر پر انساں اتراتا ہے، اپنے ہمجنسوں کو اپنے ہاتھ سے خاک پر سلاتا ہے۔ کے دن کی زندگانی

---

[۱] قرآن شریف کی آیت کا ترجمہ ہے ۱۲

پر اتنا شور تھا۔ مرجائے گا تو جانے گا کہ نہ زر تھا نہ زور تھا۔

پہلا معرکہ خاک کے پُتلے ولیم قیصر جرمن سے پوچھو، اس کی بل کھائی ہوئی بچھو کی دم موچھوں سے دریافت کرو، مرنے والے قبر میں پاؤں لٹکا کر سانس لینے والے فرانسس جوزف والیِ آسٹریا سے سوال کرو کہ تم نے کیا کیا۔ تلوار میان سے کھینچکر کیا لیا۔ بستیوں کو اجاڑ کر کیا لوگے۔ بہادروں کو پچھاڑ کر کیا حاصل ہوگا؟۔
خیال کرو یہ خدا کی پسند کی ہوئی انسانی مورتیں تمہارے بے درد ہاتھوں سے ٹوٹ رہی ہیں۔ چمن آدم کی کلیاں غنچوں سے چھوٹ رہی ہیں، یہ آدمی کیونکر بنا تھا، اُسکو ایک مامتا والی ماں نے جنا تھا، برسوں میں پلا تھا، آپ گیلے میں سوئی تھی اُسکو سوکھے میں سلایا تھا آپ بھوکی رہی تھی اسکو پیٹ بھر کر کھلایا تھا۔ آج تم اُسکو قتل خانہ میں لیکر جاتے ہو موت کا جام پلاتے ہو۔ سنو کہ اس کی ماں کیا کہتی ہے۔
یہ میرے ارمانوں کی تصویر مٹنے جاتی ہے، یہ میری بیس برس کی تحصیل لٹنے جاتی ہے۔ اس کے بیاہ کا جوڑا تیار نہ ہوا تھا کہ کفن کی پکار آگئی اس نے تو ابھی جوانی کی بہار بھی نہ دیکھی تھی کہ قبر کی بہار کا موسم آگیا۔ دنیا کے امن میں رہنے والی مائیں مجھ دکھیا کا سینہ چیر کر دیکھیں جس کے جگر کا ٹکڑا پامال ہونے گھر سے چلا ہے۔

بیوہ کی فریاد میرا سرتاج تاج کے حریص ولیم قیصر نے چھین لیا میری خوشیوں کے سورج کو جرمن کے بُرجِ عقرب میں گہن لگ گیا اس کی لاش تڑپ کر رہ گئی اس کا دم گھر کی یاد میں پھڑک کر نکل گیا۔
قیصر تیرا نام اونچا رہے یا نیچا۔ مگر میرا نام تیری ناموری کی خاطر پیوند خاک ہوگیا لوگو اب میں کس کے سہارے رنڈاپا کاٹوں گی۔ دنیا والو بتاؤ، اب میرا کون دلدار بنے گا۔ شوہر والیاں میرے حال زار کو دیکھیں، جس کا پیارا قیصر جرمن نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

یتیم کی بیکسی کا دھیان کرو۔ پتلون کی جیب میں ہاتھ ڈالے دو وقت کا بھوکا بازار میں ٹھہرا ہے، آسمان کو دیکھتا ہے جس کے نیچے اس کا باپ مارا گیا۔ زمین کو دیکھتا ہے جسکے اندر اسکے لاڈ کرنے والے کو اتارا گیا، اور کہتا ہے اب میں کسکو پاپا کہوں گا۔ مجھے کرسمس میں اچھے کپڑے کون پہنائے گا۔ کیا اب مجھے یتیم خانہ بھیجا جائے گا؟۔

دوسرا معرکہ خانۂ علم میں اندھیرا ہوا۔ تحقیقات اور معلومات کے چراغ گل ہوئے سائنس کی کرشمہ سازیاں سہمکر رہ گیئں بجلی و بھاپ کی طراریاں پر تیبنچ ہو گیئں، جرمنی و فرانس کے فلاسفر غور و فکر کے حجروں سے نکل آئے قلم ہاتھ سے رکھ دیے گئے، تصنیفات کے اوراق اکیلے پڑے رہ گئے۔ درس خانوں کی شہرتیں ہوا اکھڑنے سے پردۂ عدم میں چھپ رہی ہیں، کالج و یونیورسٹی کے کارنامے افسانے بننے کا ساماں کر رہے ہیں۔ ہوائی جہاز کہتے ہیں آدمی تو نے بہت جلدی کی ابھی تو تیری پرواز کی ابتدا تھی، آگے بڑھکر دیکھتا تب پاتا کیا شانِ خدا تھی بے تار کے برقی تار جھنجھاتے ہیں غافلوں کو اشارہ کنائے میں سناتے ہیں کہ اس سلسلہ میں ذرا اور آگے بڑھا ہوتا، مگر تو تو شداد سے بھی کم نصیب نکلا منزل پر پہنچنے نہ پایا تھا کہ راستہ ہی سے الٹا پھرا متحرک تصویریں کانپ کانپکر کہتی ہیں بولنے کی کسر رہ گئی تھی، بات ہی کیا باقی تھی جو تو خاموش ہوکر پیچھے ہٹا، اور مار دھاڑ پر پل پڑا۔ دیکھ کہ جرمن نے سنسکرت و عربی میں کیا عروج پایا تھا۔ ایک ایک پروفیسر علامۂ دہر اور بے مثل پنڈت کے رتبہ پر پہنچ چکا تھا اس کے آگے اور بڑے بڑے میدان تھے مگر آہ دل کے دل میں رہ گئے جو ارمان تھے۔

تیسرا معرکہ قہوہ خانہ سنسان۔ تھیٹر ویران۔ کلب گھر ونکی رونق کافور ہوٹلوں کی چہل پہل بے نور عجب ہے جلالِ ربِّ غیور ایک پیسہ کی روٹی ایک آنہ کو دو آنہ کو۔ اور معاملہ آگے بڑھا تو ایک روپیہ کو۔ دو روپیہ کو۔ ایک پیسہ کے دو بکس دیا سلائی کے پیسہ کو دو پیسہ کو۔ چار پیسہ سیر کے آلو چار آنے سیر۔ چار آنے گز کا کپڑا آٹھ آنے گز۔ ایک روپیہ گز۔

غرض جینے کی ضروریات کا کال ہے اور ابھی باقی تگنا چوگنا وبال ہے۔ اس کا بوجھ بھی ان کی گردن پر ہے جنہوں نے خواہ مخواہ لڑائی مول لی۔ بندھے ہوئے سانپ کی بھیلی کھول دی، اب سونے کا بازار سو جائیگا اور لوہے کے بازار کی گرما گرمی ہوگی

پوچھتے پھرتے ہیں گنی کا ہے اب کیا بھاؤ جی

بند جب سونا ہوا اس وقت جاگے ساؤ جی

چوتھا معرکہ جاپان بھی بگڑ بیٹھا۔ یورپ کی آگ ایشیا میں بھی بھڑکنا چاہتی ہے ساری دنیا کرۂ آتش بنا چاہتی ہے۔ کس سے کہیں کہ حالات نازک ہیں کون سمجھیگا کہ

ہر طرف گیسوئے سائنس کی زینت ہوگی
خوف ہے جنگ میں پیچیدہ طوالت ہوگی

امن و راحت کو خدا بخشے عجب خوبیاں تھیں مگر بلقان کے ہوس پرستوں نے غریب امن کا زبردستی گلا گھونٹ ڈالا، اور قدرت نے انتقام بے گناہ کیلئے ان کے سر کو کچل ڈالا۔

بہت کیں سختیاں بلقانیوں نے بیگناہوں پر
بالآخر چرخ اُنکے سر کو زیر سنگ لایا ہے

بساطِ دل کو کافی ہے صدا اللہ اکبر کی
یہ کیوں اس بزم میں مطرب رباب و چنگ لایا ہے

پانچواں معرکہ مسجدیں آباد ہوں گی، مندروں میں گھنٹے بجینگے۔ گرجا میں صداقت کے نغمے گائے جائیں گے کہ انساں نے اپنی تدبیر سے شکست کھائی قضا و قدر کی بن آئی، اب آدمی جانیں گے کہ جو ہم چاہتے تھے وہ نہیں ہوتا جو خدا چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔

سرایڈ ورڈ گرے نے ساری عقل خرچ کر دی مگر قسمت کا لکھا پیش آ کر رہا اسکو جب غور سے سوچا جائے گا تو بے اختیار خدا یاد آئے گا اور آدمی دوڑ کر مسجد۔ مندر۔ گرجا میں جائیگا اور کہیگا۔ داتا میری بھول تھی کہ اپنی ہنرمندی کے گھمنڈ میں آ گیا مولا میری خطا تھی کہ اپنے فانی ساز و سامان پر مغرور ہو گیا۔ اب دنیا میں تیرے در کے سوا کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔ اپنے بندہ کو یاس دہر اس سے بچا اور اپنی برکت نازل کر۔ آمین۔

چھٹا معرکہ میری توپ آوازِ حق ہے جو گونجتی ہے، گرجتی ہے اور اس کا خانہ دل ہے جو ہر خشک و تر میداں میں نظر آتا ہے، کون ہے جو اس توپخانہ کی مار کھاتا ہے۔ نفس و شیطاں میرے حریف ہیں جو دونوں آپس میں حلیف ہیں، بغض، حسد، مکر و دغا دشمن کی فوج کے افسر ہیں۔ تقویٰ۔ طہارت۔ نیکی و پارسائی۔ خدا پرستی و رحمدلی میری سپاہ کے علمبردار ہیں، غنیم کا جھنڈا کالا ہے، میرا جھنڈا سفید ہے، دشمن سونے چاندی کے پہاڑ دکھاتا ہے اور انکی محبت کے دام میں پھنساتا ہے۔ میرے ہاں جَو کی روٹی کا ایک ٹکڑا ہے دیکھوں اسکو کھانے کون آتا ہے حریف شال دوشالہ والا ہے اور یہ فقیر کالے کمبل والا ہے۔ مخالف کے ہاں دنیا کی عزت وشان ہے، اور مجھ بے نوا کے پاس فقط دولت ایمان ہے۔ میری سنو اور دل کے میدان جنگ میں آؤ۔

ساتواں معرکہ انگریز ہندوستان کے بندرگاہوں کو دشمن کی روک تھام کیلئے آراستہ کرتے ہیں، تم بھی اپنی آنکھوں کو ناک کو زبان کو کہ تمہارے ملکِ جسم کی بندرگاہیں ہیں محفوظ کرو ایسا نہ ہو کہ حریف اندر گھس آئے انگریزوں سے ہم تم عہد وفا باندھتے ہیں کہ اُنکے امن میں رہتے ہیں، آؤ ایک اور بڑا عہد یاد کرو جو تم نے اپنے اور انگریزوں کے خدا سے باندھا ہے اور وہ یہ ہے کہ تم ہمیشہ اُس کا حکم مانوگے اور کبھی اُسکی مرضی کے خلاف کوئی کام نہیں کروگے انگریزوں کے عہد کی دنیا میں پوچھ ہوگی اور خدا کا عہد قیامت کے دن پوچھا جائے گا۔ اگر وہ پورا ہوا تو آخرت کا عیش و آرام ملیگا جس میں تمکو ہمیشہ رہنا سہنا ہے

آخری گولہ ایک زمانہ تھا جبکہ توپوں اور بندوقوں سے زیادہ قلم کی نبوں میں لوہا خرچ ہوتا تھا، آج کل ہتھیاروں کا زمانہ ہے، مگر پرسوں ہتھیاروں کا زمانہ نہ ہوگا۔ اس وقت سب امن و اماں، سکون و اطمینان سے بیٹھیں گے اور خدا کی عبادت و بندگی کریں گے جو ہم سب کی پیدائش کا مقصد ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بَنَدُوق

حُلیہ بندوق متوالی آنکھ کی پری ہے نازک بدن ہے۔ نازک کمر ہے۔ اس کے جسم کو دیکھکر معشوق کی نازک کلائی یاد آتی ہے۔ اس کی نال کا منھ ہرنی کی آنکھ سے مشابہ ہے وہ ہرنی جس کی آنکھ کی مشابہت رسیلی کٹیلی آنکھوں سے دی جاتی ہے۔

بندوق کے پاؤں میں لکڑی کی کھڑاؤں ہے جس کو کندہ کہتے ہیں آدمیوں میں جو لوگ ہُوحق کا مشغلہ رکھتے ہیں وہ بھی چوبی نعلیں پہنتے ہیں۔ اس لئے بندوق بھی جو جنگلوں اور جنگ کے میدانوں میں نعرۂ حق لگاتی ہے۔ کھڑاؤں کا استعمال کرتی ہے!

ذرا دیکھنا بندوق کی اداؤں کو، جب کوئی شخص سینہ سے لگاتا ہے تو شرما کر منہ دوسری طرف پھیر لیتی ہے اور پھر جو سامنے آجائے اس کا ایک اُن میں کام تمام کر دیتی ہے، کیونکہ اس کو غیرت آتی ہے کہ غیر نے مجھ کو سینہ سے لگا ہوا کیوں دیکھا۔ ذرا اور خیال کرنا، اس کی نات میں بڑی گدگدیاں ہوتی ہیں، جہاں کسی نے انگلی سے اس کی نات کو چھیڑا اور یہ کھل کھلا کر ہنسی ہنسی ہیں اس کے منہ سے شرارے نکلتے ہیں کیونکہ بڑی گرم مزاج ہے بارود کھاتی ہے تو انگارے اگلتی ہے۔

قد دیکھو کیا بوٹا سا ہے۔ بدن دیکھو کیا چھریرہ ہے۔ سرو ہے۔ شمشاد ہے جلاد ہے۔ جس کی داد ہے نہ فریاد ہے۔

سیرت بندوق بڑی صابر ہے۔ مہینوں برسوں خالی بیٹھ چپ چاپ کھونٹی پر لٹکی رہتی ہے، اور اپنے خاوند سے کھانے کی طلبگاری نہیں کرتی۔

صاف بیانی کا یہ عالم ہے کہ جو اندر ہو سب کا سب نکال کر باہر رکھ دیتی ہے، آدمی کیطرح نہیں جو زبان سے کچھ اور کہتا ہے اور دل میں کچھ اور رکھتا ہے آدمی پاس انفاس کا شغل کرتا ہے اللہ ہو کا ورد کرکے اندرونی کثافتوں کو صاف کرنا چاہتا ہے، مگر باوجود برسوں کی محنت کے کامیاب نہیں ہوتا۔ بندوق کو دیکھو، جہاں اس کے سینہ پر الا اللہ کی ضرب پڑی اسیوقت غیبی تجلی نمودار ہوگئی اور اندر کی کثافتوں کو جلاکر پھینکدیا، یہی وجہ ہے کہ بندوق کی بات میں بڑی تاثیر ہے منہ سے نکلتے ہی سننے والے پر اثر ہو جاتا ہے، بلکہ وہ لوگ جانتے ہیں جنکو بندوق کے اسرار سے آگاہی ہے کہ بندوق کے بول کی صدا بعد میں گونجتی ہے پہلے اسکے اثر کا نشانہ سننے والے پر کارگر ہو چکتا ہے۔ معلوم نہیں بندوق فقیرونکے کس خانداں میں مرید ہے کہ ہمیشہ ذکر جہر کرتی ہے۔ کبھی نہیں سنا کہ اُسنے ذکر خفی کیا ہو۔ بندوق بڑی دلیر ہے شیر کا مقابلہ یہ کرے، ہاتھی کے سامنے ہو کر یہ لڑے، سانپ بھی اس سے گھبراتا ہے، خونخوار سے خونخوار موذی بندوق کے نام سے چکراتا ہے۔

بندوق بڑی ملنسار ہے۔ کالے، گورے ہندو مسلمان عیسائی۔ موسائی۔ یوروپین ایشائی عورت۔ مرد امیر غریب جو اس سے مدد مانگے بسر و چشم کہکر تیار ہو جاتی ہے یہ نہیں کہ آدمیونکی طرح یہ کہے کہ صاحب یہ تو گورا ہے اور یہ کالا ہے یہ ہندو ہے اور یہ مسلمان ہے کیونکہ بندوق جانتی ہے کہ سب چیزیں خدا کی بنائی ہوئی ہیں اور خدا کے نزدیک سب برابر ہیں، پھر کیوں ایک دوسرے میں تفریق کروں اور ایک ہی کی ہو کر رہجاؤں، میرا خدا سب کا ہے تو میں بھی سب کی ہوں، میرے خدا نے پانی ہوا۔ روشنی سب کے لئے برابر رکھی ہے تو میں بھی سب کی خدمت کیواسطے برابر حاضر ہوں۔

شوق سیاست بندوق کے حالات میں یہ بیان سب سے زیادہ خوفناک ہے کہ

باوجود اس قدر نیک اور پارسا اور اللہ اللہ کرنے والی ہونے کے سیاست وپالیٹیکس میں بھی دخل دیتی ہے اور اپنے حقوق کی مانگ میں کسی دوسرے سے پیچھے رہنا نہیں چاہتی خفیہ پولیس نے رپورٹ دی ہے کہ ایک جگہ بندوقیں جمع تھیں اور آپس میں یہ بحث کر رہی تھیں، "کیا وجہ ہے کہ ہم آدمیوں کے لیے ملک فتح کریں۔ رات دن آگ سے سینہ جلائیں، دھوپ میں تپیں، پہاڑوں، دریاؤں میں ماری ماری پھریں اور آدمی ہماری اتنی بھی قدر نہ کرے کہ اپنی فتحیابی کے حالات لکھتے وقت یہ لکھے کہ بندوق کے نام پر فتح ہوئی جب لکھتا ہے یہی لکھتا ہے کہ فلاں جرنیل صاحب فتحیاب ہوئے، فلاں کرنیل صاحب نے بہادری سے دشمن کو زیر کیا"

کوئی پوچھے جرنیل صاحب کرنیل صاحب نے کیا کمال کیا جو کچھ کیا میں نے کیا۔ دوسری بندوق نے کہا کہ نہیں جو لوگ محض ہتھیاروں کے بل پر فتح پاتے ہیں وہ ہتھیاروں کا نام بھی لکھتے ہیں، دیکھو مسلمانوں کی تاریخوں کو ان میں ہر جگہ درج ہے کہ فلاں سردار نے تلوار کے زور سے فتح پائی۔ فلاں سپہ سالار کی تلوار کے سر پر فتح کا سہرا رہا۔ آج کل اگر نہیں لکھا جاتا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ فتح ہتھیاروں کی طاقت سے نہیں علم وہنر اور اینچ پینچ سے ہوتی ہے جسکو پالیسی کہتے ہیں۔ ڈپلومیسی کہتے ہیں، مگر کہتے ہیں توڑ جوڑ حکمت عملی کہتے ہیں۔ تیسری بندوق بولی، میں تو جب جانتی کہ فتح آدمی کے علم وہنر سے ہوتی ہے کہ وہ باتوں میں ہی باتوں میں کام چلا لیا کرتا اور ہم کو ہاتھ میں نہ لیتا۔ کیا یہ نہیں سنا کہ سر ایڈورڈ گرے وزیر انگریزی نے بہت چاہا کہ یورپ میں لڑائی نہ ہو اور بندوق کا احسان نہ اٹھایا جائے مگر ان کی تدبیر کا خاک بھی اثر نہ ہوا، اور آخر ان کو بھی بندوق کے زیر سایہ آنا پڑا۔

چوتھی نے کہا۔ اری چپ خفیہ پولیس والے سن لیں گے تو رپورٹ ہو جائے گی اچھا ہوگا پکڑی جائے گی، باغیوں کے رجسٹر میں لکھی جائے گی۔

پانچویں بولی۔ واہ خواہ مخواہ ڈری جاتی ہو۔ ہتھیار ہو کر نہتوں سے گھبراتی ہو۔ قانون نے سب کو آزاد کیا ہے، اپنا حق مانگتے ہیں یا بغاوت کی سازش کرتے ہیں، وقت پڑے گا تو ہم ہی کام آئیں گے دیکھ لینا کیسا گولیوں کا منہ برسائیں گے۔

نئے زمانہ کی ان بندوقوں کی باتیں سنکر پرانے زمانہ کی توڑے دار بندوق نے وحشیانہ بد تہذیبی سے زبان کھولی اور کہا۔ اری ہرڈنگیوں، کیوں خبطن بنی ہو۔ اگر تاریخوں میں تمہارا نام لکھا بھی جائے گا تو تمھارے ہاتھ کیا آئے گا۔ یہ بھی خواہ مخواہ کا شوق ہے کہ صاحب ناموری ملے۔ ناموری میں کیا ملجاتا ہے، ناحق ہر ایک کا دل اسپر مٹا جاتا ہے۔

توڑے دار بندوق کی کڑوی مگر پتہ کی بات سنکر سب فیشن ایبل بندوقیں گرما گئیں اور چپ چپ خاموش۔ خاموش کی صدائیں لگانے لگیں۔ آخر فیصلہ ہوا کہ حضور ویسرائے کے پاس بندوقوں کا ایک ڈپوٹیشن جائے اور اپنے حقوق کا ادب سے مگر زور کے ساتھ مطالبہ کرے۔

خانگی جھگڑا

افسوسناک خبر آئی ہے کہ آج کل بندوقوں، توپوں، بم کے گولوں میں تلوار۔ تیر۔ نیزہ۔ چھری۔ کٹاری خنجر کے خلاف سخت جوش پھیلا ہوا ہے، اور ایک عالمگیر فساد کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ نئے زمانہ کے ہتھیار کہتے ہیں ہم تم سے اعلےٰ ہیں۔ تمہاری ہمارے سامنے کچھ حقیقت نہیں۔ تم آدمی کی قوت کے محتاج ہو، پاس جاکر وار کرتے ہو۔ ہم سو قدم سے۔ ہزار قدم سے ایک میل سے دس میل سے یہاں تک کہ ستر میل سے مخالف کا کام تمام کر دیتے ہیں، ہمکو آدمی کے طاقتور اور کمزور ہونے کی پروا نہیں ہے، ہم کو ایک ناتوان سے ناتوان آدمی بھی بشرطیکہ ہمارے حالات سے واقف ہو چلا سکتا ہے اور اپنا کام نکال سکتا ہے اس کے علاوہ پرانے زمانہ کے ہتھیار ایک کو مارتے تھے، دو کو مارتے تھے حد سے حد سو پچاس کو مارتے تھے ہم کو

دیکھو ایک توپ صبح سے شام تک دس بیس ہزار کا کام تمام کر سکتی ہے۔ ایک بندوق ہزار پانسو کو خاک میں ملا سکتی ہے ایک ننھا سا بم جم غفیر کو تہہ و بالا کر سکتا ہے۔

لہٰذا اب تم کو ہتھیاروں کی فہرست سے نکل جانا چاہیئے، تم ہاتھ کی ہاری کے ناقابل ہو۔ پھر کیوں خواہ مخواہ ہتھیار کے نام پر مرے جاتے ہو۔ غیرت نہیں آتی شرم نہیں آتی۔ کام خاک نہیں اور نام اتنا بڑا۔

پرانے زمانہ کے ہتھیار کہتے ہیں سبحان اللہ کیا لن ترانیاں ہیں، کیا خود پرستیاں ہیں۔ قسمت کو رووٴ۔ تقدیر کو پیٹو۔ ابھی کیا ہے، جب سنوگے کہ ہماری کیا عزت خدا نے بنائی ہے تو کوئلوں پر لوٹوگے

قرآں میں ہمارا ذکر، انجیل میں ہمارا بیان۔ توریت میں ہمارا افسانہ وید میں ہمارا چرچا۔ تمہارا ابھی کسی دینی کتاب میں ذکر آیا ہے یا ونہی خودستائی میں سر پھرا جاتا ہے اسلامی شاعروں کو دیکھو معشوق کی صورت و سیرت میں ہمارے ہی نام آتے ہیں تیر نظر۔ کماں ابرو۔ تیغ ادا گنتے چلے جاوٴ، فارسی و اردو کے دیوان الٹتے چلے جاوٴ قدم قدم پر ہمارا بیاں ہے قلم قلم کی زبان پر ہماری داستاں ہے ہم بہادروں کی یادگاریں ہیں، ہم دست بدست لڑنے والوں کے یار ہیں، ہم آمنے سامنے ہو کر وار کرتے ہیں دہوکہ فریب سے چھپکر حملہ نہیں کرتے۔

قصہ مختصر ہتھیاروں کی اس تو تو میں میں سے اندیشہ ہو رہا ہے، اور مجادرہ اہل پنجاب سنسنی پھیل رہی ہے کہ کہیں عالمگیر جنگ یورپ کیساتھ ایک دوسری لڑائی نہ چھڑ جائے۔ اگر یہ جنگ چھڑ گئی تو دشمنان امن کو اپنی ہوس بازیوں کے جذبات پورے کرنے میں ویسی ہی تکالیف کا سامنا ہوگا جیسا کہ جنگ یورپ سے سوئیاں پیچکیں اور دیا سلائیاں مہنگی ہو گئیں ہیں اور خلقت تکلیف اٹھا رہی ہے۔

رُوحانی لیکچر

آلہٰی تیری شان کے قربان یہ بندوق بے زبان اور تیری حمد کی اتنی بڑی داستان سپاہی کے کندھے پر رکھی ہے۔ وہ میدان جنگ کو جا رہا ہے۔ بینڈ بجا رہا ہے۔ جھوم جھوم کر قدم اٹھا رہا ہے اور بندوق پیچھے کی طرف منہ کئے خاک کے ذروں کو معرفت کا لیکچر دیتی چلی جاتی ہے :۔

مٹی کے ذرو! اپنے بنے ہوئے پتلے کو نہیں دیکھتے کیسا اکڑتا ہوا جاتا ہے، اُسکو یاد دلاؤ کہ تو خاک کی تصویر ہے مٹ جائیگا۔ پھر خاک ہی دامنگیر ہے۔

خاک کے پتلے کو دیکھ کیا ہی مچایا ہے شور ۔ فرش سے لے عرش تک کر رہا ہے اپنا زور
سینہ میں قلزم کو لے قطرہ کا قطرہ رہا ۔ بل بے سمائی تری اُف رے سمندر کے چور

کیوں رستے کے نشانو! تم کس کس کے پاؤں کا نقش خاکی ہو تم پر سے کون کون گزرا ہے، جب وہ گزر گیا تو تم یہاں کیوں رہ گئے؟ تمہاری اونچاں نیچان انجان چلنے والوں کو دنیا کے نشیب و فراز کا سبق نہیں پڑھاتی۔ تم اپنی بے کسی اور لاچاری سے اس کو نہیں ڈراتے جس کے پاؤں کے دباؤ سے تمہارا وجود بنا ہے اس سے کہو۔ نادان مجھ کو دیکھ کیسا بے بس ہوں، تو بھی خود مختار نہ بن کہ میں تیری ہی بے اختیاری سے پیدا ہوا ہوں۔ تکبر سے سر اونچا نہ کر۔ پاؤں کو دیکھ جو ہر وقت خاک سے ہم آغوش رہتا ہے۔

جنگل کے درختو! خاموش کیوں کھڑے ہو۔ شجر آدم کی اس بھولی بھلی ڈالی کو سمجھاؤ۔ یہ اپنی زندگی کے پیچھے ہاتھ دھو کر کیوں پڑا ہے، اس کو جینے کے لیے پیدا کیا تھا مگر یہ مرنے چلا ہے۔

آسماں نیچے آ۔ اور ابنِ آدم کو سمجھا جو اپنے نام کو اونچا کرنے کے لئے فلکِ حیات کو خاک بناتا ہے بلندی سے نیچے گرا چلا جاتا ہے۔

سورج تو ہی بول۔شعاعوں کی گرہ کھول۔اس بے خرد آدمی کو نور معرفت دے
اس کو خود سری کی ظلمات سے باہر لا۔ اے کائنات کی فوجوں کے کمانڈر خدا
اے جبروت وملکوت کے لشکروں کے سپہ سالار مولا بڑائی تو تیرے نام کو ہے
یہ ناداں بڑائی کی حرص میں کیوں گرفتار ہے یہ نیا آزار نہیں پرانا آزار ہے۔
جب سے اس نے ہوش سنبھالا ہے۔قتل وخونریزی اس کے منہ کا نوالا ہے
اور وہ بھی تیرے نام کے لئے نہیں اپنے نام کے لیے۔ تیرے کام کے لیے نہیں
اپنے کام کے لیے۔

مگر ہاں ہاں میری بھول ہے، یہ سب کچھ تیری ہی قدرت کی شان ہے۔
تو ہی تلوار کی چھاں میں جنت کا پتہ بتاتا ہے تو ہی آبرو کی خاطر قوموں کو لڑنے
کے لیے جوش میں لاتا ہے۔تیرے ہی اشارہ کن سے یہ زندگی بنی ہے اور
تیرے ہی اشارۂ لا سے اس کا فنا ہونا مقرر ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہوائی جہاز

ذرا دیکھنا اس لوہے کی چیل کو، پر ہلاتی آسماں سے باتیں کرتی، ہاتھ کی بنائی ہوئی آنکھوں (دوربیں) سے دنیا کی سیر کر رہی ہے، اسی کا نام ہوائی جہاز ہے، اسی کے بل پر قوم جرمن نے لام باندھا ہے،

ہوائی جہاز میں سوار ہو کر حریف کی فوج پر۔ قلعوں پر۔ شہروں پر بم کے گولے برساتے ہیں اور ایک جگہ کی خبر دوسری جگہ پہنچاتے ہیں اول اول جب ہوائی جہاز ایجاد ہوئے ہیں تو دنیا میں بڑی دہشت طاری ہو گئی تھی۔ لوگ کہتے تھے اب لڑائی بہت مشکل ہے بچارا آدمی اس آسمانی بلا کا کیا مقابلہ کرے گا جو توپوں اور بندوقوں کی زد سے آزاد ہے، مگر طرابلس واٹلی کی لڑائی میں یہ خیال غلط ثابت ہوا اٹلی والے جب پہلے پہل ہوائی جہاز میں بیٹھکر بہادر عربوں کے سر پر گئے تو انگریزی اخبار وں کا بیاں ہے کہ عرب اسکو دیکھکر ڈر گئے لیکن دو چار دفعہ کے بعد تو عربوں نے بندوقوں کے فیر کرنے شروع کئے اور اٹلی کے ہوائی جہازوں کو مارے گولیوں کے چھلنی کر دیا، اور جہاز چلانیوالے بیچاری زمین پر اوندھے منہ گر پڑے۔

اس تجربہ سے معلوم ہوا کہ آدمی کیسی ہی ہولناک چیز بنالے، مگر اللہ میاں اُسکا توڑ پیدا کر دیتے ہیں یہ نہ ہو تو خبر نہیں آدمی کا کیا حال ہو، ہر شخص خدائی کا دعویٰ کرنے لگے اور فرعون بے سامان بنجائے، اس یورپ کی لڑائی میں دیکھو اب تک تو سُنا

نہیں کہ کسی فریق کے ہوائی جہازوں نے کوئی بڑی کامیابی حاصل کی ہو بس یہی سُنا جاتا ہے کہ فلاں بادشاہ کے ہوائی جہازوں نے دشمن پر بم کے گولے برسائے اور صرف دو چار آدمیوں کو زخمی کیا لہٰذا آدمی کو چاہیئے کہ دنیا کی کسی عجیب طاقت کو دیکھکر ڈرا نہ کرے اور خدا کی ذات پر بھروسہ رکھے، کیونکہ اس نے ہر چیز کا بچاؤ پیدا کیا ہے جانوروں تک کو کوئی نہ کوئی ہتھیار دیا ہے جس سے وہ اپنے مخالف کا وار بچا لیتے ہیں، گائے بکری کیسے غریب جانور ہیں لیکن انکے سر پر بھی نوکدار سینگ ہیں جن سے وہ ہمت کریں تو قصائی کو اپنے پاس نہ آنے دیں۔ بھولی فاختہ اور مسکین کبوتر کو دیکھو انکے پروں میں بڑی طاقت ہوتی ہے جب کسی کے پر مارتے ہیں تو اوسان باختہ کر دیتے ہیں اگر کبوتری یا فاختہ انڈوں پر بیٹھی ہو اس وقت کوئی اُسکو چھیڑے تو جھلا کر ایسا پر مارتی ہے کہ آدمی کا ہاتھ جھلّانے لگتا ہے

ہوائی جہاز کو میں نے لوہے کی چیل اس لئے کہا کہ یہ بالکل چیل کی شکل ہوتا ہے اور چیل ہی کی طرح پر پھیلا کر اڑتا ہے۔ اللہ میاں نے چیل کو بڑی تیز آنکھیں دی ہیں وہ بڑی دور سے گوشت کی بوٹی اور مردہ جانور کو دیکھ لیتی ہے یورپ والوں نے جو یہ لوہے کی چیل بنائی ہے تو انھوں نے اسکی چیل کی سی آنکھیں بھی بنائی ہیں، یعنی اس جہاز میں بیٹھنے والوں کے پاس ایسی دوربینیں ہوتی ہیں جنسے سینکڑوں کوس کی چیزیں بالکل سامنے نظر آتی ہیں، ہوائی جہاز والے دوربینوں سے دشمن کے جماؤ کو دیکھکر اور خوب تاک کر اُس جگہ بم کے گولے پھینکتے ہیں۔

چیل و ابابیل اس لوہے کی چیل کے ذکر میں مجھے خدا کی بنائی ابابیل کا خیال آیا۔ ابابیل بہت چھوٹا سا جانور ہوتا ہے اس کا ذکر قرآن شریف میں بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ ہمارے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور سے پہلے ایک کافر بادشاہ (ابرہہ) نے کعبہ پر چڑھائی کی اور ہاتھیوں کی فوج لیکر حملہ کیا۔

بیچارے عرب ہاتھیوں کی کالی بلا کا کیا مقابلہ کرتے، ڈر گئے اور گھبرا گئے جب انھوں نے دیکھا کہ ہم میں اس بادشاہ سے لڑنیکی طاقت نہیں ہے تو انکو بڑی ہراس ہوئی، اس وقت ہمارے

رسول کے دادا حضرت عبد المطلبؓ نے عرب کے سرداروں کو دلاسا دیا اور کہا کہ بھائی کعبہ جس خدا کا گھر ہے وہ بڑی طاقت رکھتا ہے تم کو کیا فکر ہے اُسپر بھروسہ کیے بیٹھے رہو خدا اپنے گھر کو آپ بچا لیگا۔ چنانچہ یہی ہوا کہ جب کافر بادشاہ ہاتھیوں کی فوج لیکر آگے بڑھا تو ابابیلوں کا ایک لشکر نمودار ہوا جنکی چونچوں اور پنجوں میں کنکر تھے ابابیلوں نے ایسے کنکر برسائے کہ ہاتھی دُم دبا کر بھاگے اور بادشاہ کی فوج کو روند ڈالا۔ یہاں تک کہ سب کا بھر کس نکل گیا پچھلے دنوں اٹلی نے بھی ارادہ کیا تھا کہ مکہ۔ مدینہ منورہ پر ہوائی جہاز سے حملہ کرے تو مسلمان بیچارے گھبرا گئے تھے اور کہتے تھے دیکھئے خدا کو کیا منظور ہے، اُسوقت ایک بزرگ نے فرمایا۔ ہاتھی والے بادشاہ کا قصہ بھول گئے، اس کے لئے ابابیل تھی تو اٹلی کے لئے کوئی چیل ہوگی۔

ایک خوفناک ہوائی جہاز

بادہوائی خبریں اڑانے والے مشہور کر رہے ہیں کہ جرمنی کے ہوائی جہازوں کا ایک بیڑا ہندوستان پر حملہ کرنے کی نیت سے چلا ہے اور عنقریب ہندوستان پہنچا چاہتا ہے، ان جھوٹی افواہوں کو سنکر تھڑدلے لوگوں کے اوسان باختہ ہوئے ہیں، مگر میں انکو سناتا ہوں کہ واقعی ایک ہولناک ہوائی جہاز آنیوالا ہے جسکے اندر بم بھرے ہوئے ہیں وہ جہاز ہندوستان ہی میں نہیں کل دنیا میں آئے گا۔ اس کا نام موت کا فرشتہ ہے۔ وہ گورے کالے زرد ملک میں آسمان سے اترتا ہے۔ وہ ہر ادنی اعلیٰ امیر وغریب عورت مرد بوڑھے جوان بچے پر بم کا گولہ پھینکتا ہے۔ کہدو انسے جو آخرت سے غافل ہیں، بتادو اُن کو جو مرنے کو بھول گئے ہیں کہ موت کا ہوائی جہاز، ہر گھر میں اُتریگا، اور نفس پرستوں کی چھاتی پر چڑھیگا۔ اس دن معلوم ہوگا کہ آدمی کس بھول میں تھا یہ ہوائی جہاز بتادیگا کہ آسمانی زندگی کو نہ یاد کرنے والے کتنے نقصان میں رہے۔

ہوائی جہاز کا خواب

ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ آسمان پر ایک

کاغذی جہاز اڑ رہا ہے جس کی شکل آگرہ کے تاج محل کی سی ہے۔ یہ کاغذی ہوائی جہاز نہایت خوبصورت تھا اور اس میں جواہرات جڑے ہوئے معلوم ہوتے تھے اور بجلی کی روشنیاں ہو رہی تھیں۔

جب وہ جہاز زمین کے قریب آیا تو اس میں سے نہایت خوش نوا باجوں کی آوازیں آنے لگیں اور زمین کی خلقت جوق جوق جہاز کو دیکھنے اور باجوں کی آوازیں سُننے کو جمع ہو گئی۔ جب جہاز زمین کے اور قریب آیا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اسمیں ہارمونیم ارگن۔ پیانو وغیرہ باجے یکساں سر ملائے ہوئے بج رہے ہیں۔ نیچے والی خلقت اس عجیب وغریب جہاز کو دیکھکر فریفتہ ہو رہی تھی اور ہر شخص اس کے دیکھنے کیلیے بیتاب نظر آتا تھا۔ یکایک وہ جہاز ڈگمگایا اور ٹیڑھا ہو گیا۔

ٹیڑھا ہونا تھا کہ اس کے اندر کی برقی روشنیاں بھڑک اٹھیں اور تمام جہاز میں آگ لگ گئی آگ لگتے ہی اسقدر شور وغل برپا ہوا اور جہاز میں بیٹھنے والے ایسے چیخے اور بلبلائے کہ زمین والوں کے کلیجے ہل گئے جہاز سے نہایت سخت دردناک صدائیں آتی تھیں اور ایک نمونہ حشر برپا ہو گیا تھا جلتے جلتے یہ جہاز زمین پر گرا اور جلکر راکھ ہو گیا اور جس قدر آدمی اس میں تھے وہ بھی جلکر بھسم ہو گئے۔ اور جو لوگ نیچے کھڑے ہوئے تماشا دیکھ رہے تھے، اُن کا بھی اس آگ سے خاتمہ ہو گیا۔ جب اس جہاز میں آگ لگی تو خواب دیکھنے والے بزرگ کا بیان ہے کہ میں دوڑ کر ایک مسجد میں گھس گیا اور سجدہ میں گر کر خدا سے دعا مانگنے لگا اور اپنے گناہوں سے توبہ کرنے لگا۔ میں کہتا تھا، آلٰہی اپنے ان بندوں پر رحم کر اور اس آگ سے بچا عذاب سے بچا۔ مگر پھر جو نکل کر دیکھا تو راکھ کے ڈھیر کے سوا کچھ نہ تھا۔

۷۸۶ ہو الکل یامعین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بم

مجھے معلوم نہیں، یہ کیا لفظ ہے اسکو ممب لکھنا چاہیے یا بم۔ میں نے کبھی وہ چیز دیکھی بھی نہیں جس کو بم کہتے ہیں سنتا ہوں کہ بم ایک گولہ ہوتا ہے جو پھٹ جاتا ہے اجس سے جاندار ہلاک ہو جاتے ہیں اور ہندوستان میں اسپر مقدمے چلتے ہیں۔

میں نے عالم خیال میں ایک دن بم منگایا تھا۔ سامنے آیا تو دیکھا کہ وہ دل کی صورت کا ایک جسم ہے پوچھا کیا تو دل ہے؟ بولا اپنے دل سے پوچھو، میرے دل نے کہا میں پھٹ جاتا ہوں تو دنیا اندھیر ہو جاتی ہے بم نے کہا یہی حال میرا ہے میں نے اپنے دل کو سینے سے لگایا ٹھنڈے سانس سے اسکو پنکھا جھلا اور کہا خدا کے لیے تو ہمیشہ سلامت رہیو دل ہلنے لگا گویا وہ میری درخواست سے انکار کرتا تھا آخر اس نے ہل ہلکر جواب دیا۔ میں کیونکر وعدہ کر سکتا ہوں کہ ہمیشہ سلامت رہونگا قدرت نے میرے اندر بارود بھر رکھی ہے اور وہ مسالہ بھر رکھا ہے جو چوٹ لگنے سے بھڑک جاتا ہے اس کے علاوہ مجھ کو محبت کی آگ کا ہر وقت خطرہ لگا رہتا ہے اس کی ذرا سی بھی چنگاری میرے اندر کی بارود کو بھڑکا سکتی ہے زندگی سب کو پیاری ہے سلامتی ہر ایک کو عزیز ہے مگر تقدیر کے ہاتھوں لاچار و بے بس ہوں بچپن میں میرے دشمن کم تھے سمجھتا تھا کہ زمانہ آسانی سے گذر جائیگا مگر ماں باپ کے مرجانے سے یتیمی و بیسیری کی ایک ایسی ضرب لگی کہ مجھ میں کئی دراڑیں پڑ گئیں تاہم بالکل پاش پاش نہ ہوا تھا، اور سمجھا تھا کہ جوانی کے عیش

میں یہ زخم بھر جائیں گے۔ آخر شباب بھی آگیا اور غیبی اُنگلیوں نے زخموں پر پھاہا رکھدیا چند روز میں دیکھا تو میرا بدن صندل کی طرح شفاف تھا میں نے انگڑائی لی اور جگر سے کہا۔ آؤ ہم آغوش ہو کر سو جائیں، کچھ تو جینے کا مزہ اُٹھائیں، جگر نے کہا ہاں بیشک سچ کہتے ہو، مگر آنکھوں سے مشورہ لینا ضروری ہے ایسا نہ ہو ہم تم سو جائیں اور اُن کو کوئی ضرورت پیش آجائے۔

دل نے جگر کے کہنے سے اپنی ایک رگ کو حرکت دی، گویا وہ آنکھوں کو تار دینا چاہتا تھا آنکھوں نے رگ کی تڑپ کو غور سے دیکھا اور دل کا مطلب سمجھ کر کہا میرا کچھ حرج نہیں شوق سے سو جاؤ، مگر ذرا ٹھہرنا میں اس آنیوالے کو دیکھ لوں، زبان سے سنا تھا کہ وہ اس سے بات کرنی چاہتی ہے اور کان بھی کہتے تھے کہ ہم کو اس کی گفتگو سننی ہے۔ دل آنکھوں کے جواب کو سُنکر بستر پر جاتے جاتے ذرا تھم گیا۔ کچھ دیر نہ گزری تھی کہ آنکھوں کے رونے کی آواز آئی، اور ساتھ ہی ایک دھوان سا اُٹھا اور اس کے اندر سے ایک چھری نکلی جسنے مجھپر کئی وار کئے۔ جگر یہ دیکھکر مجکو بچانے کیواسطے بڑھا۔ چھری نے اس کو بھی زخمی کر دیا۔ میں نے آنکھ سے پوچھا یہ کیا تھا۔ یہ کس قاتل کا حربہ تھا آنکھوں نے روتے روتے کہا میں کیا بتاؤں، زباں سے اور کانوں سے پوچھو، میں نے زبان اور کان سے دریافت کیا۔ زبان بولی۔ میں نے آنے والے سے اتنا دریافت کیا تھا کہ کیا تو میرا بن سکتا ہے؟ اسکے بعد مجھے خبر نہیں کیا ہوا۔ آگے کی کیفیت کان بتائیں گے، کانوں نے کہا کہ زبان کی درخواست کو سُنکر آنے والے نے جواب دیا نہیں میں دوسرے کا ہو چکا ہوں، بات تو فقط اتنی ہوئی تھی مگر خبر نہیں آنکھیں کیوں رونے لگیں، اس وقت میں نے سمجھا کہ یہ سب عشق کی کارستانی تھی ؎

ہائے وہ دل جسکو پالا ناز سے
تیر مژگاں کا نشانہ ہو گیا

دل کی یہ گفتگو سنکر میں نے ہم سے کہا۔ تجھ کو کون سنتا ہے۔ کیا تیرا دل بھی کسی کی

آجاتا ہے ؟

بم نے ہنسکر جواب دیا، میں ناری جسم ہوں مجھے عاشقی ومعشوقی سے کچھ سروکار نہیں، بندہ اس انسانی آزار کا گرفتار نہیں، پوچھا تو پھر تو پھٹ کیوں جاتا ہے؟ تجھ کو کون صدمہ پہنچاتا ہے؟ بم نے کہا کہ یہ میری نیچرل ڈیوٹی ہے، یہ میرا قدرتی دستور ہے، مرجاتا ہوں اور اپنی پیدائش کی غرض کو پورا کرجاتا ہوں۔

بم کا جواب سنکر میں نے تامل کیا اور ایک پوشیدہ طاقت سے پوچھا۔ بمب کی یہ قتل ناک نوکری کس نے مقرر کی ہے اور کیوں مقرر کی ہے۔ جواب ملا جس نے زہر کو ہلاک کرنیکا مادہ دیا ہے۔ جو سانپ کے پھن میں موت کا جام بناتا ہے۔ جو شیر کو مار ڈالنا سکھاتا ہے میں نے کہا یہ تو مانا کہ خدا نے اِن سب کو پیدا کیا ہے مگر سوال یہ ہے کہ کیوں پیدا کیا ہے اگر زہر نہ ہوتا تو اللہ میاں کی دنیا میں کیا کمی رہجاتی۔ سانپ کے منہ میں قاتل طاقت نہ ہوتی تو کیا نقص رہجاتا؟ بم کو سفاکی نہ دی جاتی تو کائنات میں کون اسپر اعتراض کرسکتا تھا؟ جواب ملا۔ قدرت نے ہر چیز ترازو میں رکھی ہے اس ترازو کا نام تقدیر ہے۔ تقدیر کے آگے کسی کا کچھ بس نہیں۔ تدبیر بھی تقدیر کے ایک حصہ کا نام ہے جس قدرت نے زہر بنایا ہے تو ساتھ ہی اس کا اتار بھی پیدا کیا ہے اور اچھے بُرے کو پرکھنے کی تمیز دی ہے چونکہ زندگی امتحانِ تمیز وشعور ہے اس واسطے قدرت کا یہ بھی دستور ہے کہ وہ روشنی واندھیرا۔ سیاہ وسفید نیک وبد مرض وتندرستی امن وخونریزی کو برابر کا حصہ دیتی ہے اور پھر دیکھتی ہے کہ دیکھوں کون اپنی عقل وتمیز سے کام لیتا ہے اور بُرائی سے بچکر نیکی حاصل کرتا ہے۔

زہر شیشی میں رہتا ہے مگر شیشی اس کے اثر سے نہیں مرتی، اور آدمی کے جسم کی اتنی بڑی بوتل اس کی ایک بوند سے ٹوٹ جاتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زہر کے اندر موت نہیں ہے، بلکہ خود انسان کے اندر موت ہے، جو ایک چیز کے

استعمال سے اگر وہ تقدیر کے وزن سے زیادہ ہو ہلاک ہوجاتا ہے

بمب بنانے والوں کو خدا نے بم بنانے کی طاقت دی لیکن ساتھ ہی عقل و ہوش کے ذریعہ بتادیا کہ دنیاوی اغراض کے لیے کسی انسان کو ہلاک کرنا اعلیٰ درجہ کی بے تمیزی ہے جس نے خدا کے بندوں کو دنیا کے آرام کے لیے قتل کیا اس نے اپنی زندگی کی ڈیوٹی پوری نہیں کی شیر کو پیٹ بھرنے کے لئے شکار کی طاقت دی گئی ہے جب اُسکا پیٹ بھرا ہوا ہوتا ہے تو کسی جاندار پر حملہ نہیں کرتا۔ مگر بلی خواہ مخواہ جانوروں کو ہلاک کر دیتی ہے۔ کھانے کی ضرورت ہو یا نہ ہو۔ پس جو لوگ محض نفسانیت کیلئے خونریزی کرتے ہیں وہ بلی ہیں اور جو خاص اور اہم ضرورت کے وقت تلوار اٹھاتے ہیں وہ شیر ہیں۔ بم بازوں کی قتل کاریاں بھی بلی کی سفاکیاں ہیں، نہ ان کا کوئی اصول ہے نہ کوئی خاص مقصد ہے یہ بچھو کے ڈنک ہیں جو بغیر کسی تحریک کے چلتے رہتے ہیں

مرد کو چاہیے قائم رہے ایمان کیساتھ — تادم مرگ رہے یادِ خدا جان کیساتھ

ہیں نے مانا کہ تمہاری نہیں سنتا کوئی — سر ملانا تمہیں کیا فرض ہے شیطان کے ساتھ

کہانی ایک ہوائی جہاز کسی قصبہ میں بم پھینکنے گیا تھا، جہاز کے نوجوان اڑانے والے نے دوربین سے دیکھا، ایک باغیچہ ہے اور اس میں ایک نوجوان لڑکی گلاب کی ٹہنی کو پکڑے کھڑی ہے اور بار بار پھول کو چومتی ہے اور روتی ہے۔

جہازران نے جنگل میں اپنا جہاز اتارا، اور اکیلا اس باغیچہ میں گیا۔ لڑکی اجنبی کو دیکھکر ڈر گئی، اور گھبرا کر کمرہ میں بھاگنے لگی جوان نے اُسکو روکا اور تسلی دی کہ میں دوست ہوں تم فکر نہ کرو۔ لڑکی نے کہا۔ دوست نہ کہو کہ میں ایک دوست کے ہاتھ سے ابھی تک فارغ نہیں ہوئی ہوں تم کون ہو اور کیوں میرے برباد دل کو ستانے آئے ہو جوان بولا میں تم کو دلاسا دینے آسمان سے اترا ہوں، میں تم سے پوچھتا ہوں کہ گلاب کے پھول نے تمہارے ہونٹوں سے کیا باتیں کی تھیں؟ لڑکی اس سوال سے مسکرانے لگی اور

کہا کہ پھول کے راز کو میں تم سے کیوں کہوں؟ کیا تم بھی اپنے بھید مجکو بتا دوگے؟

جوان نے حسرت سے لڑکی کو دیکھا اور کہا میں اس پھول کو ملکر پھینکد ونگا اُس نے بڑی گستاخی کی جو تمہارے منہ کو چوما۔

لڑکی یہ سُنکر پھر رونے لگی اور بولی۔ تم نے میرے ایک پھول کو گولی سے اڑا دیا اب اس پھول کو بھی مٹانے آئے ہو۔ تم خدا کا خوف نہیں کرتے۔

جوان حیران ہو کر پوچھنے لگا میں نے کونسا پھول توڑا تم ناحق کا الزام نہ لگاؤ۔

لڑکی نے کہا تم نے میرے محبوب کو جو سرحد کی چوکی پر افسر تھا مار ڈالا۔ اُسی کی یاد میں اکیلی روتی اور اس پھول کو اس کی نشانی سمجھ کر چومتی ہوں، جوان آگے بڑھا اور زانو جھکا کر کہنے لگا:۔

مجھے معاف کرو۔ میں تم کو اس پھول سے بہتر پھول دوں گا۔ میں تمہارے دل کی اس سے زیادہ ناز برداری کرونگا۔ کیا تم میرے ساتھ چل سکتی ہو؟ مجھے ڈر ہے کہ ہماری فوج کے آدمی تمہارے اِس گھر کو باقی نہ رکھیں گے لڑکی یہ سنکر زار قطار رونے لگی اور کہا میری ماں مجھ سے دور ہے۔ میرا بھائی پردیس میں ہے میں کیونکر چلوں یہ گھر کس پر چھوڑ دوں؟ جوان نے کہا تم اِس گھر سے بہتر گھر میں جاؤ گی تم کو اس کے چھوڑنے کی کچھ پروا نہ کرنی چاہیئے۔

لڑکی تیار ہو گئی اور ایک ہینڈ بیگ لیکر جوان کے ساتھ گھر سے نکل چلی۔ جوان اُسکو لیکر جنگل میں آیا اور ہوائی جہاز میں بٹھا کر اپنی چوکی پر لے گیا اور بہت خاطر مدارات سے اپنے کمرے میں ٹھہرایا۔ لڑکی رات کو تو خاموش سو گئی۔ صبح کو اُس نے جوان کے ساتھ چوکی کی سیر کی اور تمام جنگی سامانوں کو دیکھا اور جبکہ وہ ایک ایسے مقام پر پہنچی جہاں ہتھیاروں اور بارود کا ذخیرہ تھا، اور چوکی کے سب افسر وہاں کھڑے انتظامات کر رہے تھے اُس نے رومال سے بمب نکالا اور میگزین میں پھینکدیا۔ بمب کا گرنا تھا

کہ ایک خوفناک دہما کا ہوا اور تمام میگزین اڑگیا جہاز راں جوان اور سب افسر مع اس لڑکی کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے اور کوئی بھی زندہ نہ بچا۔

کیا کہا۔ کیا سُنا ظاہر میں بمب کا افسانہ تھا باطن میں مستوں کا میخانہ تھا۔ لفظوں کے انبار سے تم نے کیا نکالا، یا یوں ہی حرفوں کی لکیروں کو پڑھ ڈالا بمب کی خاموشی پر ترس کھایا اس کے ننھے سے وجود پر جی کڑھایا مگر جب اس نے اپنے اندر کی شرر افشانی کو نمودار کیا تب سمجھے کہ حقیر دشمن کو ناچیز سمجھنا کیسا ہوتا ہے۔ خود آدمی کا وجود ایک بم ہے، چل گیا تو قابل نہیں تو ٹوکری میں ڈالے رکھنے کے قابل۔

خدا نے کُن کہکر اپنی قدرتوں کو ظاہر کیا۔ بندہ کیوں خاموش ہے اُسکو بھی اپنی مخفی قوتیں نمایاں کرنی چاہئیں اور ناداں کو سمجھانا چاہئے کہ اپنے ہمجنسوں پر بمب چلاکر کیوں ذلیل و خوار ہوتے ہو خدا سے کہو وہ تمہاری مرادیں دیگا مگر جب ہی کہ تم اس کی دنیا میں فساد نہ پھیلاؤ۔ امن سیکھو پہلے اپنے نفس پر بم پھینکو جو تمہاری نیکیوں کو آزادی نہیں دیتا، شیطان پر حملہ کرو جو تمہارے ایمان پر قبضہ کرنا چاہتا ہے ؛

۷۸۶ — ہو الکل — یامعین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مچھر کا اعلانِ جنگ

یہ بھنبھناتا ہوا ننھا سا پرندہ آپ کو بہت ستاتا ہے ۔ رات کی نیند حرام کردی ہے ۔ ہندو مسلمان ۔ عیسائی ۔ یہودی سب بالاتفاق اس سے ناراض ہیں ، ہر روز اس کے مقابلہ کے لئے مہیں تیار ہوتی ہیں جنگ کے نقشہ بنائے جاتے ہیں ، مگر مچھروں کے جنرل کے سامنے کسی کی نہیں چلتی ، شکست پر شکست ہوئی چلی جاتی ہے ۔

اتنے بڑے ڈیل ڈول کا انسان ذرا سے بھنگے پر قابو نہیں پا سکتا طرح طرح کے مسالے بناتا ہے کہ ان کی بو سے مچھر بھاگ جائیں ، لیکن مچھر اپنی یورش سے باز نہیں آتے آتے ہیں اور بگل بجاتے ہوئے آتے ہیں ۔ نعرے لگاتے ہوئے آتے ہیں اور بیچارہ آدمزاد حیراں رہ جاتا ہے ۔

امیر و غریب ادنیٰ ۔ اعلیٰ ۔ بچے ۔ بوڑھے ۔ عورت ۔ مرد کوئی اس کے وار سے محفوظ نہیں یہانتک کہ آدمی کے پاس رہنے والے جانوروں کو بھی اس کے ساتھ ایذا ہے مچھر جانتا ہے کہ دشمن کے دوست بھی دشمن ہوتے ہیں ، ان جانوروں نے میرے دشمن کی اطاعت کی ہے تو میں ان کو بھی مزا چکھاؤں گا ۔

آدمیوں نے بھی مچھروں کے خلاف شورش کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی ، ہر شخص اپنی سمجھ اور عقل کے مواقق مچھروں پر الزام رکھکر لوگوں میں اُن کے خلاف جوش پیدا کرنا چاہتا ہے ، مگر مچھر اُس کی کچھ پرواہ نہیں کرتا ۔

طاعون نے گڑبڑ مچائی تو انسان نے کہا کہ طاعون مچھر اور پسو کے ذریعہ سے پھیلتا ہے اس کو فنا کر دیا جائے تو یہ ہولناک بلا دور ہو جائیگی۔ ملیریا بخار پھیلا تو اس کا الزام بھی مچھر پر عائد ہوا۔ اس سرے سے اس سرے تک کالے گورے آدمی غل مچانے لگے، کہ مچھروں کو مٹا دو۔ مچھروں کو کچل ڈالو، مچھروں کو تہس نہس کر دو، اور ایسی تدبیریں نکالیں جن سے مچھر کی نسل ہی منقطع ہو جائے۔

مچھر بھی یہ سب باتیں دیکھتا ہے اور سنتا ہے اور رات کو ڈاکٹر صاحب کی میز پر رکھے ہوئے پانیر کو پڑھتا ہے تو اپنی بُرائی کے حروف پر بیٹھکر اس خون کی ننھی بوندیں ڈال جاتا ہے جو انسان کے جسم سے یا خود ڈاکٹر صاحب کے جسم سے چوسکر لایا تھا۔ گویا اپنے قاعدہ کی تحریر سے انسان کی ان تحریروں پر شوخیانہ ریمارک لکھ جاتا ہے کہ میاں تم میرا کچھ بھی نہیں کر سکتے۔

انسان کہتا ہے کہ مچھر بڑا کم ذات ہے۔ کوڑے کرکٹ، میل کچیل سے پیدا ہوتا اور گندی موریوں میں زندگی بسر کرتا ہے، اور بزدلی تو دیکھو اس وقت حملہ کرتا ہے جبکہ ہم سو جاتے ہیں سوتے پر وار کرنا بیخبر کے چہرے لگانا مردانگی نہیں انتہا درجہ کی کمینگی ہے صورت تو دیکھو کالا بھجنا لمبے لمبے پاؤں بیڈول چہرہ اس شان وشوکت کا وجود، آدمی جیسے گورے چٹے خوش وضع پیاری ادا کی دشمنی! بے عقلی اور جہالت اسی کو کہتے ہیں۔

مچھر کی سنو تو وہ آدمی کو کھری کھری سُناتا ہے اور کہتا ہے کہ جناب ہمت ہے تو مقابلہ کیجئے ذات صفات نہ دیکھئے۔ میں کالا سہی۔ بد رونق سہی۔ نیچ ذات اور کمینہ سہی مگر یہ تو کہئے کس دلیری سے آپ کا مقابلہ کرتا ہوں، اور کیسا آپکا ناک میں دم کر دیا ہے۔

یہ الزام سراسر غلط ہے کہ بیخبری میں آتا ہوں اور سوتے میں ستاتا ہوں، یہ تو تم اپنی عادت کے موافق سراسر ناانصافی کرتے ہو حضرت میں تو کانمیں آکر الٹیمٹم دیدیتا ہوں کہ ہوشیار ہو جاؤ اب حملہ ہوتا ہے، تم ہی غافل رہو تو میرا کیا قصور۔ زمانہ خود فیصلہ کر دیگا کہ میدان

جنگ میں کالا بھتنا لمبے لمبے پاؤں والا بے ڈول فتحیاب ہوتا ہے یا گورا چٹا۔ اچھی آن بان والا۔

میرے کارناموں کی شاید تم کو خبر نہیں کہ میں نے اس پردۂ دنیا پر کیا کیا جوہر دکھائے ہیں اپنے بھائی نمرود کا قصہ بھول گئے جو خدائی کا دعوی کرتا تھا اور اپنے سامنے کسی کی حقیقت نہیں سمجھتا تھا کس نے اس کا غرور توڑا۔ کون اُسپر غالب آیا کس کے سبب اُسکی خدائی خاک میں ملی اگر آپ نہ جانتے ہوں تو اپنے ہی کسی بھائی سے دریافت کیجیے، یا مجھ سے سنیے کہ میرے ہی ایک بھائی مچھّر نے اس سرکش کا خاتمہ کیا تھا۔

اور تم ناحق بگڑتے ہو، اور خواہ مخواہ اپنا دشمن تصور کئے لیتے ہو میں تمہارا مخالف نہیں ہوں اگر تم کو یقین نہ آئے تو اپنے کسی شب بیدار صوفی بھائی سے دریافت کر لو، دیکھو وہ میری شان میں کیا کہیگا کل ایک شاہ صاحب عالم ذوق میں اپنے ایک مرید سے فرما رہے تھے کہ میں مچھّر کی زندگی کو دل سے پسند کرتا ہوں، دن بھر بیچارا خلوتخانہ میں رہتا ہے، رات کو جو خدا کی یاد کا وقت ہے باہر نکلتا ہے اور پھر تمام شب تسبیح و تقدیس کے ترانے گایا کرتا ہے آدمی غفلت میں پڑے سوتے ہیں تو اُس کو ان پر غصہ آتا ہے، چاہتا ہے کہ یہ بھی بیدار ہو کر اپنے مالک کے دیے ہوئے اس سہانے خاموش وقت کی قدر کرے اور حمد و شکر کے گیت گائے۔ اس لئے پہلے اس کے کان میں جا کر کہتا ہے کہ اُٹھو میاں اُٹھو، جاگو جاگنے کا وقت ہے۔ سونے اور ہمیشہ سونے کا وقت ابھی نہیں آیا جب آئیگا تو بے فکر ہو کر سونا اب تو ہوشیار رہنے اور کچھ کام کرنے کا موقع ہے۔ مگر انسان اس سُریلی نصیحت کی پروا نہیں کرتا اور سوتا رہتا ہے تو مجبور ہو کر غیظ و غضب میں اُسکے چہرہ اور ہاتھ پاؤں پر نشتر چبھوتا ہے۔ یہ واہ ری انسان آنکھیں بند کئے ہوئے ہاتھ پاؤں مارتا ہے اور بیہوشی میں بدن کو کھجا کر پھر سو جاتا ہے اور جب دن کو بیدار ہوتا ہے تو بیچارہ مچھّر کو صلواتیں سُناتا ہے کہ رات بھر سونے نہیں دیا کوئی اس دروغگو سے پوچھے کہ جناب عالی! آپ کے سکنڈ جاگے تھے جو ساری رات جاگتے رہنے کا

شکوہ ہو رہا ہے۔ شاہ صاحب کی زبان سے یہ عارفانہ کلمات سنکر میرے دل کو بھی تسلی ہوئی کہ غنیمت ہے ان آدمیوں میں بھی انصاف والے موجود ہیں بلکہ میں دل ہی دل میں شرمایا کہ کبھی ایسا ہو جاتا ہے کہ یہ شاہ صاحب مصلے پر بیٹھے وظیفہ پڑھا کرتے ہیں اور میں اُن کے پیر کا خون پیا کرتا ہوں۔ یہ تو میری نسبت ایسی اچھی اور نیک رائے دیں اور میں انکو تکلیف دوں، اگرچہ دل نے یہ سمجھایا کہ تو کاٹتا تھوڑی ہے قدم چومتا ہے۔ اور ان بزرگان دین کے قدم چومنے ہی کے قابل ہوتے ہیں۔ لیکن اصل یہ ہے کہ اس سے میری ندامت دور نہیں ہوئی اور اب تک میرے دل میں اس کا افسوس باقی ہے۔

بہرحال اگر سب انسان ایسا طریقہ اختیار کریں جیسا کہ صوفی صاحب نے کیا تو یقین ہے کہ ہماری قوم انسان کو ستانے سے خود بخود باز آجائے گی۔ ورنہ یاد رہے کہ میرا نام مچھر ہے رطف سے نہ جینے دونگا۔ اور بتا دونگا کہ کمین اور ہیچ ذات اعلیٰ درجہ والوں کو یوں پریشان اور بے چین کر سکتی ہے،

مچھروں کی جنگی کونسل۔ جب مچھروں نے آدمیوں سے اس طرح گستاخانہ بات چیت کی تو انہیں خیال آیا کہ باہم مشورہ کر لینا چاہیے ایسا نہ ہو کہ یہ آدم زاد خفا ہو کر اپنی خداداد لیاقت سے ہم کو بالکل ہی فنا کر ڈالیں۔ اس لیے انہوں نے ایک پُرانی موری کے اندر جمع ہو کر ایک عظیم الشان جلسہ کیا۔

اول یہ بحث درپیش ہوئی کہ جلسہ کی صدارت بوڑھے مچھر کو دی جائے یا جوان کو نر مچھر کو ملے یا مادہ کو۔ اس پر خوب گرما گرم مباحثہ ہوا ایک فریق کہتا تھا کہ بوڑھے مچھر تجربہ کار ہیں ان کی سرپرستی میں یہ نازک مہم انجام پائیگی۔

دوسرا کہتا تھا دیوانے ہوئے ہو مقابلہ نوجوان آدمیوں کا ہے۔ جن کی عقلیں تیز ہیں اور لیاقت وہنر میں بوڑھوں سے کہیں زیادہ ہیں اس واسطے ہمکو بھی سب کام جوان مچھروں کی ماتحتی میں کرنے چاہئیں۔ اس کے علاوہ ہمارا مقابلہ بھی نوجوان انسانوں سے ہے

کیونکہ بوڑھے آدمی تو یونہی رات بھر جاگا کرتے ہیں اور انہوں نے کبھی ایک حرف ہمارے خلاف زبان سے نہیں نکالا۔ دل میں بخار تو نوجوان آدمیوں کے ہے جنکو میٹھی نیند سونے کی ہوس ہے۔

تیسرا فریق کہتا تھا کہ مادہ مچھروں کو اس جھگڑے سے الگ رکھنا چاہیئے۔ عورت ناقص عقل ہوتی ہے اس کو تو فقط بچے پیدا کرنے کے کام میں مصروف رہنا چاہیئے

مگر چوتھے گروہ کی رائے تھی کہ جن سے ہم سب پیدا ہوئے انہی کو اپنا بڑا بنانا لازم ہے کون کہتا ہے کہ عورت ذات کم عقل ہوتی ہے۔ اور ہوتی ہوگی تو انسانوں میں ہوتی ہوگی مچھروں میں ہر مادہ رستم دافراسیاب ہے اور عقل میں بسمارک و بزرجمہر ہے۔

آخر بالاتفاق فیصلہ اس پر ہوا کہ اس وقت کے جلسہ میں صدارت بوڑھے مچھر کو دیجائے اور آئندہ جنگ کے وقت نوجوان مچھر افسر بنائے جائیں۔ نیز مشورہ میں مادہ مچھروں کو بھی شریک کرنا چاہیئے مگر لڑائی میں وہ شریک نہ ہوں۔ بیٹھکر نروں کی بہادری کا تماشہ دیکھیں۔

جب یہ حجت تمام ہوگئی تو ایک پرانے لنگڑے مچھر کو صدر انجمن بنایا گیا۔ اور اُس نے کھڑے ہوکر یوں تقریر کی۔

میرے منچلے ناتوان کالے بھائیو۔ یہ تم نے کیا نادانی کی حرکت پر کمر باندھی ہے کہ انسان جیسی اشرف مخلوق کا مقابلہ کرنا چاہتے ہو۔ یہ نہیں جانتے کہ ہر چیز آدمی کے لئے پیدا ہوئی ہے۔ زمین۔ آسمان۔ چاند۔ تارے۔ سورج اور جو کچھ آدمی کے سوا نظر آتا ہے سب آدمی کی خاطر بنا ہے۔ ہم تم بھی اسی کی خاطر بنائے گئے ہیں۔ تم نہیں جانتے کہ جب اللہ تعالےٰ نے یہ تجویز کی کہ آدمی کو اپنا خلیفہ بنائے تو نور کی بنی ہوئی مخلوق نے جس کو فرشتے کہتے ہیں اس کی مخالفت کی اور اپنا حق جتایا۔ مگر جب امتحان کا وقت آیا تو ہر فرشتہ فیل ہوا اور ناچار ہوکر آدم کے آگے سر جھکایا اور جس نے ہیکڑی کی

اسے گردن میں لعنت کا طوق ڈال کر شیطان بنایا گیا۔ لہٰذا تم اس خیال خام کو چھوڑ دو اور اپنے کام میں لگے رہو۔

انسان تمہارا کچھ بھی نہ کر سکے گا جس خدا نے ہمکو اور اسکو پیدا کیا ہے وہ اپنے بنائے ہوئے ہر ذرہ کا محافظ ہے کسی کی مجال نہیں جو ہمکو مٹا سکے۔ ایسا چاہنے والا خود مٹ جائیگا تم دیکھتے نہیں آدمی بکری کا گوشت کھاتا ہے اور ہر روز کروڑوں بکریوں کو ذبح کرڈالتا ہے مگر بکریوں میں کچھ کمی نہیں آتی۔ اتنی کی اتنی نظر آتی ہیں۔

بوڑھا مچھر اتنا کہنے پایا تھا کہ ایک بیباک جوان مچھر بگڑ کر کھڑا ہو گیا اور بولا بس بس ختم کیجئے ہم یہ نہیں سُن سکتے۔ ہم پہلے ہی جانتے تھے کہ آپ اس قسم کی باتیں کریں گے کیا آپ کو معلوم ہے کہ انسان زندہ رہنے کے لئے کیا دلیلیں رکھتا ہے سنئے اس کا قول ہے کہ کمزور کو دنیا میں رہنے کا کچھ حق نہیں چھوٹی مچھلیوں کو بڑی مچھلیاں کھا جاتی ہیں۔ چھوٹے کیڑوں کو بڑے کیڑے چٹ کر جاتے ہیں۔ چیونٹی کو مینڈک کھا لیتا ہے۔ مینڈک کو سانپ نگل جاتا ہے۔ سانپ کو مور نوش کر جاتا ہے مور کو آدمی مار ڈالتا ہے۔ بڑے درختوں کے سایہ میں چھوٹی گھانس فروغ نہیں پاتی اور جلکر رہجاتی ہے اس واسطے انسان کہتا ہے کہ کمزور کے لیے قدرت نے فنا ہو جانا مقدر کیا ہے لہٰذا اس کو فنا کر دینا چاہیئے۔ بس اگر آپ بھی ہمکو کمزوری کی نصیحت کریں گے تو آپ خود بھی مٹا دیئے جائنگے اور ساتھ ہی ہماری بھی جان بھی جائیگی۔

نوجوان مچھر کی اس تقریر سے ایک شور برپا ہو گیا اور سب مچھر بوڑھے مچھر کو لعنت ملامت کرنے لگے اور آوازیں دینی شروع کیں۔ خاموش ہو جاؤ بیٹھ جاؤ ہمکو تمہاری نصیحت درکار نہیں ہے بوڑھا مچھر کچھ دیر تک چپکا کھڑا مسکراتا رہا اور نوجوانوں کی مجنونانہ حرکت کا تماشا دیکھتا رہا۔ لیکن جب دیکھا کہ شورش زیادہ بڑھ چلی اور ینگ پارٹی خاموش نہیں ہوتی۔ تو اس نے اپنی لنگڑی ٹانگ کے اوپر زور دیکر ایک چنگھاڑ ماری

اور کہا آرڈر پلیز۔ مہربانی کر کے میرا حکم مانو اور خاموش ہو جاؤ تم کو جلسہ کے بیچ میں بولنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

میں تمہاری ان شرارتوں سے ڈرنے والا نہیں ہوں مجھ پر تمہاری بہتری کی کوشش فرض ہے۔ اس لیے میں اس فرض کو اپنی پوری قوت سے پورا کرونگا یوں نہیں مانوگے تو زور اور طاقت سے منواؤنگا۔

آؤ میں اکیلا کھڑا ہوں دیکھوں کون کون بہادر ہے جو میرے سامنے آئے اور اس اینٹ سے مجکو نیچے اُتارے

بوڑھے مچھر نے یہ تقریر اس ہیبت سے کی کہ تمام جلسہ کانپ گیا اور چاروں طرف ایک سناٹا طاری ہو گیا۔

اس وقت مچھر نے پھر تقریر شروع کی اور کہا کہ میں سب کچھ جانتا ہوں۔ میں انسانی فلاسفروں کی کتابیں پڑھ چکا ہوں اور ان کے مطلب کو اچھی طرح سمجھ چکا ہوں دیوانوں یہ سب کاغذی باتیں ہیں جن لوگوں کی نگاہ دنیا کی کتاب پر ہے وہ ان ڈھکوسلوں کو نہیں مانتے اور فلاسفروں کی ان ذہنی خود تراش باتوں کو خاطر میں نہیں لاتے۔

مین نے مان لیا کہ دنیا میں یہ پایا جاتا ہے کہ کمزور چیزیں زبردست چیزوں کے ہاتھ سے تباہ ہو جاتی ہیں لیکن ان زبردستوں کا تباہ کرنے والا بھی پیدا ہوتا ہے۔ بڑی مچھلیوں کو مگرمچھ کھا جاتا ہے۔ مگرمچھ کو آدمی مار ڈالتا ہے اور سانپ کا کھانے والا مور بھی آدمی کی بندوق کا نشانہ بنجاتا ہے۔ چھوٹی گھانس کا حق چھیننے والے بڑے درخت بھی ایک دن کلہاڑیوں سے کاٹے جاتے ہیں۔

قدرت نے ہر چیز کی ایک عمر بنائی ہے۔ جب تک وہ پوری نہ ہو کسی طاقت کی مجال نہیں جو اُس کو ہاتھ لگا سکے۔

سمندر جوش میں آتا ہے تو کنارے پر حملہ کرتا ہے اور غریب بیکس تو دہ خاک کا

سکون کو ملیامیٹ کر دینا چاہتا ہے مگر خدا کی قوت محافظ اس کو دھکے دے کے پیچھے ہٹا دیتی ہے اور کنارہ کی سلامتی برباد نہیں ہونے پاتی۔

پھر تم انساں سے کیوں ڈرتے ہو اُس کو اپنی تدبیریں کرد و تم اپنا کام کرتے رہو اس موثر تقریر سے جوان مچھروں کا جوش کم ہوا۔ اور ان میں سے ایک نے آگے بڑھکر ادب سے پوچھا۔

کیوں جناب تو کیا ہم آدمیوں کو کاٹنا چھوڑ دیں۔ بوڑھے مچھر نے کہا نہیں میرا یہ مطلب نہیں ہے تم اپنا کام جاری رکھو میں اپنی تقریر میں دوبارہ کہہ چکا ہوں کہ تم کو اپنا فرض ادا کرنا چاہئے۔ سنو جس بات کی آدمی کو شکایت ہے یعنی تمہارے کاٹنے کی وہ در اصل تمہارا قصور نہیں ہے بلکہ تمہاری پیدائش کا مقصد ہے۔ آدمی ناراض ہوتا ہے ہونے دو وہ نادان ہے سمجھتا نہیں ورنہ تمہارا یہ فعل تو خود اس کی زندگی کے لئے لازمی ہے جب انساں بُرے اعمال کرتا ہے اور ان اعمال کی شومی سے اس کے جسم میں زہریلا مادہ پیدا ہو جاتا ہے تو ہمکو حکم ہوتا ہے کہ اپنے نشتر سے اس کے جسم میں باریک شگاف دیں اور اس زہریلے مادہ میں اپنا مادہ ڈال کر زہر کو جوش میں لائیں جب وہ زہر جوش میں آتا ہے تو انسان کو بخار آجاتا ہے اور چند روز کی تکلیف کے بعد سارا زہر صاف ہو جاتا ہے اور پھر وہ سردی کے موسم کو نہایت صحت و شادمانی سے بسر کرتا ہے۔

میرے پیارے بھائیوں تم نے سنا ہوگا آدم زاد چیچک و طاعوں کا ٹیکہ لگایا کرتے ہیں۔ اس ٹیکہ کا مطلب بھی یہی ہوتا ہے کہ چیچک و طاعوں کا مادہ جسم کے باہر نکلجائے اور آدمی کو ہلاکت سے بچائے

آدمی اس ٹیکہ کے لئے دام خرچ کرتے ہیں مگر یہ خیال نہیں کرتے کہ ہم۔ مچھر بھی قدرت کا ٹیکہ ہیں۔ جو ان کے فائدہ کے لئے بن بلائے گھر جاکر ٹیکہ

لگاتے ہیں۔ پھر وہ ناحق گھبراتے ہیں۔

اس طور سے گفتگو کروگے تو امید ہے کہ انسان بھی ناراض نہ ہوگا اور خدا کی بھی رضامندی حاصل ہوگی۔ کیونکہ آدمی اسکی پسندیدہ مخلوق ہے۔

بوڑھے مچھر کی یہ تقریر ختم نہ ہوئی تھی کہ مچھر کی ایک مادہ اڑ کر سامنے آئی اور چلا کر کہا:-

جناب ذرا دو منٹ کے لیے ٹھہر جائیے اور میری سن لیجیے، بوڑھا مچھر خاموش ہوگیا اور سب حاضرین بھی اس مادین کی جانب متوجہ ہوگئے۔ تو مچھر زادی نے کہا۔

لیڈیز اینڈ جنٹلمین ہیں نے اپنے پیرمرد کی عقلمندانہ باتیں سنیں۔ میں بدل و جان ان کے ساتھ اتفاق کرتی ہوں مگر اس کے ساتھ ہی میرا یہ سوال بھی ہے کہ آیا پریذیڈنٹ صاحب کو معلوم ہے کہ دہلی کی آب وہوا درست کرنے کے لئے مچھر پکڑانے کا ایک محکمہ قائم ہوا ہے۔ جس کے آدمی پرانے مکانوں موریوں اور ہمارے تمام ٹھکانوں میں مارے مارے پھرتے ہیں اور ہمارے بچوں کو پکڑ لے جاتے ہیں۔

آہ صاحبو! میرے چار نونہال۔ جگر کے ٹکڑے آنکھوں کی ٹھنڈک بچے ان لوگوں نے پکڑ لیے جن کو خبر نہیں کہاں لے گئے ایسی حالت میں مجھکو کیونکر صبر آئے اور میں کس طرح اپنے صدر جلسہ کی نصیحت پر عمل کروں۔ دل نہیں مانتا وہ تڑپے جاتا ہے آنکھیں نہیں سنتیں وہ روئے دیتی ہیں اولاد کی ماںتا بُری ہوتی ہے۔ میں کیونکر کہوں کہ آج کل مجھ پر کیا گزرتی ہے۔

مادہ مچھر کی تقریر سنکر مچھروں میں پھر ایک جوش پیدا ہوا اور ایک خوفناک ہلچل برپا ہونے لگی۔

بوڑھے مچھر نے یہ رنگ دیکھکر آواز دی ٹھہر جاؤ اور بات کو سمجھ لو۔

بیشک مجھے معلوم ہے کہ آدمیوں نے ایک محکمہ مچھر پکڑنے کا قائم کیا ہے مگر وہ صرف ہماری تحقیقات چاہتے ہیں ان کو یہ معلوم کرنا ہے کہ مچھر کی کتنی آنکھیں ہوتی ہیں کتنی ٹانگیں ہوتی ہیں۔ اور اس کی کسقدر قسمیں ہیں اور ان قسموں میں زہریلی کونسی ہے وہ اس تحقیقات سے ہماری نسل کو قطع کرنا نہیں چاہتے۔

اور چاہتے بھی ہوں گے تو بھی میں تم کو اور ان کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ ہرگز اس میں کامیاب نہیں ہو سکتے نہیں ہو سکتے۔ نہیں ہو سکتے۔ اس تکرار میں بوڑھے مچھر کو جوش آگیا اور وہ غصہ سے کانپنے لگا۔

خدا نے ہمکو پیدا کیا ہے وہی ہمارا حافظ ہے وہی ہماری نسل کو قیامت تک برقرار رکھے گا۔

میں لیڈی مچھر کو اپنی دلی ہمدردی کا یقین دلانا چاہتا ہوں۔ مجھے ان کے غم سے بہت افسوس ہے۔ مگر کیا کروں یہ بھی قدرت کا ایک دستور ہے اس کے خلاف کسی کو چارا نہیں۔

در اصل یہ کام ہمارا تھا کہ اپنی حقیقت کو تحقیق کرتے کہ ہم کیا ہیں اور ہماری ذاتی وصفاتی حالت کیا ہے۔ لیکن ہمارا یہ فرض انسان ادا کرتا ہے اور ہماری تحقیقات میں اپنا عزیز وقت ضائع کرتا ہے۔

کیا تم کو معلوم نہیں ہم سب کے ہادی رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اُس نے خدا کو پہچان لیا۔ سو افسوس ہے کہ ہم نے خود اپنے نفس کو پہچاننے کی کوشش نہ کی بلکہ غیر جنس نے یہ خدمت انجام دی۔ پھر تم کو شکوہ کا کوئی موقع نہیں۔ تم کو تو شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔

یہ سُنکر ایک جوان مچھر نے کہا کہ انڈا اس نے پہلے اپنے نفس کی شناخت بھی کرلی ہے جو وہ ہماری تحقیقات کے پیچھے پڑا ہے؟ مگر مجمع نے اس کو بولنے سے روکدیا اور سب نے بالاتفاق بوڑھے مچھر کی تقریر پر صاد کردیا۔ اور باہمی فیصلہ ہوگیا کہ انسان کے خلاف اعلان جنگ نہ ہونا چاہیئے۔ بلکہ ہوسکے تو اس کی مدد کرنی چاہیئے کیونکہ وہ آج کل عالمگیر لڑائی کے سبب بہت فکرمند ہے۔ شاید کہ اس احسان کے عوض میں وہ ہمارا سچا دوست بنجائے اس کے بعد خدا کی تعریف میں بین کا ایک نغمہ بجایا گیا اور جلسہ برخاست ہوا۔

یامعین ہوالکل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکھی کا میدانِ جنگ

مگس بے حیا۔ ڈھیٹ مکھی۔ گھڑی گھڑی منہ پر آتی ہے ناک پر بیٹھتی ہے۔ نتھنوں کو پھلا کر اڑاؤ۔ تو ماتھے پر بیٹھتی ہے۔ وہاں سے ہٹاؤ تو گلے پر آجاتی ہے کوئی اس سے کہے یہ بھی فرانس و بلجیم کا ملک سمجھا ہے کہ جرمن کی طرح سر ہی ہو گئی کل رات ہوا بند تھی۔ لیمپ پر کیڑے پتنگے آرہے تھے بیٹھنا دوبھر ہو گیا تھا کسی نے کہا یہ موسم برسات بھی بلائے جان ہے۔ دن کو کمبخت مکھیاں ستاتی ہیں رات کو یہ کیڑے دق کرتے ہیں۔ کوئی ان بیوقوف جانوروں سے پوچھے کہ روشنی میں کیا رکھا ہے کہ اس پر پلے پڑتے ہیں۔ ایک مکھی بھی چھت کے پاس دیوار سے چمٹی بیٹھی تھی۔ آدمی کی یہ بات سنکر پروانے سے بولی سچ تو ہے کیوں لیمپ پر گرا پڑتا ہے۔ خواہ مخواہ جان کھوتا ہے آپ بھی مرتا ہے دوسروں کو بھی پریشان کرتا ہے

پروانے نے آہ سرد بھر کر کہا۔ بوا مکھی تم میرے دل کی لگن کو کیا جانو۔ مٹھاس کی رسیا ہو تم عشق کی تلخی کو کیا سمجھو ہم کو اسی میں مزا آتا ہے کہ جان پر کھیل کر لیمپ کی لو کو دیکھنے آتے ہیں۔ چمنی کے سفید برقع سے سر ٹکراتے ہیں۔

مکھی بولی چل دور۔ بڑا عاشق مزاج کا سگا نکلا ہے۔ جان ہے تو جہان ہے دور سے دیکھ کر جی خوش کر لیا کر۔ جان کیوں گنواتا ہے بن آئی کیوں مرا جاتا ہے۔ ارے بیوقوف زندگی ہے تو ہزاروں روشنیاں نظر آئیں گی۔ اپنے کو سنبھال کر رکھے گا تو برسوں کی

عمر پائیگا خدا نے جان دی ہے۔ اس میں اُمنگ دی ہے اس کو ایک ہی دفعہ خرچ ہوکرنا چاہیئے۔ تھوڑا تھوڑا اٹھائے گا تو مدتوں قائم رہیگا نہیں تو سویرے پیدا ہوا اور شام کو ختم ہو گیا۔ یہ بھی کوئی بات ہوئی +

بڑے پروانے نے چھوٹے پتنگے سے کہا۔ بھئی سنا مکھی کیا کہتی ہے صلاح تو اچھی ہے چلو ہم بھی دیوار پر بیٹھکر لیمپ کی بہار دیکھیں اور خواہ مخواہ گرم چمنی سے چمٹکر جان برباد نہ کریں +

شباب کی مستیوں میں سرشار پتنگا انگڑائی لیکر کہنے لگا۔ ہاں آپ مکھی کے مشورہ پر عمل کرسکتے ہیں مگر میں دل کے ہاتھوں لاچار ہوں وہ تو یہی کہتا ہے کہ چل لیمپ کے کوچہ میں جل مرجانے میں بڑا مزا ہے جان مجھ کو بھی پیاری ہے۔ مگر اس پیاری روشنی کا منھ دیکھکر سب کچھ بھول جاتا ہوں اور جل مرنے کو زندگی سے زیادہ مزیدار پاتا ہوں +

آپ عمر میں بڑے ہیں قدوقامت میں بڑے ہیں آپ نے کل اور پرسوں بھی وصل کی لذت چکھی ہے۔ میں تو آج ہی دوپہر کو پیدا ہوا ہوں میرے ارمانوں کی تو یہ پہلی ہی رات ہے +

خدا کو منظور ہے تو بچ جاؤنگا ورنہ اس چمکدار چہرہ والی کو گلے لگا کر قربان ہو جاؤنگا یہ کہا اور دیوانہ وار لیمپ کے چاروں طرف طواف کرنے لگا۔ بار بار اڑتا تھا اور چمنی کے نیچے روزنوں سے سر ٹکراتا تھا۔ اور کہتا تھا ؎

خوب پردہ ہے کہ چمنی سے لگے بیٹھے ہیں
صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

مکھی پتنگے کی ان حرکتوں سے کھلکھلا کر ہنسی۔ اور بولی۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میرے دل میں اس موئی محبت کا بیج نہ بویا۔ ورنہ میں بھی دیوانی ہو جاتی۔ اور رات کے آرام کو چھوڑ کر یوں ماری ماری پھرتی۔ مکھی کا شکرانہ ختم نہ ہوا تھا کہ ایک چھپکلی نے دوڑ کر نوجوان

پتنگے کو پکڑ لیا۔ غریب عاشق مزاج جانور خونخوار چھپکلی کے منہ میں جاتے وقت اتنا کہنے پایا تھا ہائے نامراد چلا وصل یار کا ارمان دل کا دل ہی میں رہا کہ چھپکلی نے گردن کو اچکا کر کے اس کو نگل لیا۔ مکھی یہ ہولناک تماشہ دیکھکر کانپنے لگی اس کو مکڑی کا فکر ہوا کہ کہیں وہ میرا شکار کرنے نہ آجائے اس واسطے اس نے ادہر اودہر نظر دوڑائی کہ کہیں ظالم شیرنی تاک لگائے نہ بیٹھی ہو ؛

مکھی کا دوسرا بیان

ایک جگہ کئی ڈاکٹر جمع تھے۔ اور مکھیوں کی نسبت طبی گفتگو ہو رہی تھی ایک کہتا تھا تمام بیماریوں کی جڑ مکھی ہے اس کو کسی طرح دنیا سے ناپید کر دینا چاہیئے ؛

دوسرے نے کہا کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ نیچر نے مکھی کو کیوں پیدا کیا ہے یہ تو سراسر نقصان رساں چیز ہے اس سے انسان کو کچھ فائدہ نہیں جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ خدا ہے اور وہی سب چیزیں پیدا کرتا ہے۔ اگر واقعی وہ ہے اور وہی تمام اشیاء کا خالق ہے تو اس سے دریافت کرنا چاہیئے کہ مکھی کو کس مصلحت سے پیدا کیا ہے۔ اسکی کسی کام میں ضرورت نہیں ہے تمام خطرناک متعدی بیماریاں مکھی کے باعث پیدا ہوتی ہیں اور اس مخلوق کی تباہی کا باعث بنتی ہیں جس کو انسان کہتے ہیں اور جو خدا پرستوں کے عقیدہ کے بموجب خدا کی سب سے اشرف مخلوق ہے ؛

تیسرا بولا۔ دیوانے ہوئے ہو۔ خدا کو ودائی چیز نہیں۔ ہر چیز مادہ کی خاصیت سے خود بخود پیدا ہوتی ہے۔ اگر ہم چاہیں تو مکھیوں کا پیدا ہونا بند ہو جائے ؛

گھریلو مکھیاں گندی جگہوں میں انڈے دیتی ہیں گرمی کے موسم میں ایک مادہ مکھی ڈیڑھ سو کے قریب انڈے دیتی ہے۔ یہ انڈے سڑے ہوئے بتوں یا مکان کے کوڑے کرکٹ یا غلیظ راستوں میں ہوتے ہیں ان انڈوں سے چند روز کے بعد چھوٹے چھوٹے کیڑے پیدا ہوتے ہیں جو پانچ دن کے بعد چنے کی برابر گول گول ہو جاتے ہیں پھر اُن کے پَر

اور باؤں نکل آتے ہیں جنکا نام مکھیاں ہوتا ہے ؛

چونکہ یہ مکھیاں غلیظ اور ناپاک گھر میں پیدا ہوتی ہیں اس واسطے اِن کا جی بھی میلی کچیلی اور گندی جگھوں میں خوش رہتا ہے - اکثر غلاظت اور سڑے ہوئے مرداروں پر جمع رہتی ہیں اور وہاں سے انسانوں کو ستانے کے لیے اپنے پیروں میں بیماریوں کے کیڑے لپٹا کر گھروں میں آن گھستی ہیں کھانے کے برتنوں پر روٹی پر پانی کے گلاس پر غرض ہر جگھ جا کر بیٹھتی ہیں اور بیماری کے کیڑے پھیلاتی ہیں - پس اگر ہم چاہیں تو کہیں کوڑے کو جمع نہ ہونے دیں - گھروں کی خوب صفائی رکھیں - نہ کوڑا کرکٹ ہوگا نہ مکھیاں انڈے بچے دینگی - اگر سب آدمی اسکا خیال رکھیں تو چند روز میں مکھی کی نسل دنیا سے نابود ہو جائے گی ؛

ایک ڈاکٹر بولا - بالفرض ہم نے مانا کہ خدا نے مکھیوں کو پیدا نہیں کیا اور ہم چاہیں تو ان کو فنا کر دیں لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کہیں انسان کا چاہا پورا ہوا ہے یا محض اپنے جی کا خوش کر لینا ہے -

محقق ڈاکٹر نے جواب دیا - کیوں نہیں یورپ کے ملکوں میں جب پہلے صفائی نہ تھی تو مکھیاں وہاں بھی کثرت سے پیدا ہوتی تھیں - اب وہاں کے خاص و عام باشندے صفائی کے اصول سے باخبر ہو گئے ہیں - دیکھو اب وہاں مکھیاں بہت کم پائی جاتی ہیں - اور متعدی بیماریاں بھی وہاں نہیں ہوتیں ؛

یہ باتیں ہو رہی تھیں اور ایک پُرانے خیال کا بوڑھا ڈاکٹر خاموش بیٹھا تھا جب نوجوان ڈاکٹروں کی بحث حد سے بڑھی اور ایک دوسرے کو قائل معقول کرنے لگا تو بوڑھے ڈاکٹر نے سلسلہ گفتگو میں دخل دیا اور کہا بھائیو ! توبہ کرو - یہ بڑی گستاخی کا خیال ہے جو تم نے ظاہر کیا - ہر چیز خدا نے بنائی ہے جس کو نیچر اور مادہ کی خاصیت کہتے ہو - یہ بھی قدرت خدا کی دست نگر ہے - یہ میں نے مانا کہ صفائی بہت اچھی چیز ہے - خدا نے اپنے ہر پیغمبر کے ذریعہ بندوں کو صاف رہنے کا حکم دیا ہے بلکہ صفائی کے بغیر اُنکی کوئی عبادت مقبول نہیں

ہوتی۔ہندؤں یا مسلمان۔عیسائی ہوں یا موسائی غرض کوئی دین ہو ایسا نہیں جس کے ہاں صفائی کی تاکید موجود نہ ہو؀

میں اسکو بھی تسلیم کرتا ہوں کہ مکھیاں کوڑے کرکٹ اور سڑی بُسی چیزوں میں پیدا ہوتی ہیں مگر یہ نہیں مانتا کہ خود بخود پیدا ہوتی ہیں یہ بتاؤ کہ یہ خصوصیت کس نے پیدا کی ہے کہ کوڑے میں سے مکھیاں پیدا ہو جائیں یہ خاصیت بھی تو خدا کی پیدا کردہ ہے؀

میری رائے میں ہم کو عام طور پر لوگوں کو مشورہ دینا چاہئے کہ وہ اپنے گھروں کو صاف رکھیں خصوصاً باورچی خانہ کا فرش پختہ بنوائیں اور اس کو روز دھلوائیں تاکہ کھانے میں کسی قسم کی کثافت نہ پڑے؀

مگر میں ہرگز نہ مانونگا کہ اس طرح تم مکھیوں کی نسل کو نابود کر دوگے۔یا تم کو مرنے سے امن ملجائیگا۔یا یہ کہ مکھیاں خواہ مخواہ پیدا ہوئی ہیں؀

سنو خدا نے کوئی چیز فضول اور بیکار پیدا نہیں کی ہر چیز ایک مصلحت سے پیدا ہوئی ہے مکھیاں بھی ضرورت انسانی کی خاطر پیدا کی گئی ہیں؀

کیا تم کو معلوم نہیں کہ انسانی کھال کے مسامات سے جو زہریلے مادے خارج ہوتے ہیں۔اور غسل کے باوجود صاف نہیں ہوتے وہ انہی منحوس مکھیوں کی بدولت صاف ہوتے ہیں مکھی اپنے باریک دانتوں سے انکو کھرچ کھرچ کر چاٹ لیتی ہے اور اس طرح اپنی زندگی کی نوکری پوری کرتی ہے یورپ میں بیماریاں کم ہوگئیں ہیں میں ان باتونکو تسلیم کرتا ہوں یہ سب سچی اور واقعی باتیں ہیں یہ ضرور کہونگا کہ اہل یورپ نے اپنے علم و ہنر سے جسمانی بیماریوں کا علاج تو کرلیا صدہا آفتوں سے محفوظ ہوگئے لیکن روحانی امراض میں گھر گئے جنکے سبب رات دن دہشت دالحاد کے طاعون وہیضہ کا حملہ رہتا ہے۔یہ چار دن کی زندگانی بچ گئی تو کیا ہاتھ میں آیا آخرت کی ابدی زندگی کو تو گھن لگ گیا۔وہ تو متعدی امراض کی شکار ہو گئی۔

بوڑھے ڈاکٹر کی یہ باتیں سنکر ایک ڈاکٹر نے پوچھا آپ کی گفتگو بہت موثر ہے۔مگر یہ تو بتایئے

کہ اس کا مطلب کیا ہوا۔ یورپ والوں کی صفائی پسندی کی برائی بھی کرتے ہو اور صفائی کی تاکید بھی۔ مکھیوں کو بیماری پھیلانے والا بھی مانتے ہو اور ان کی نسل منقطع کرنے کے بھی خلاف رائے دیتے ہو یہ عجیب دو غلی پالیسی ہے۔

بوڑھے ڈاکٹر نے کہا صاحب تم سمجھتے نہیں۔ میرا مطلب صاف ہے کہ بیشک مکھیاں غلاظت اور میل کچیل سے پیدا ہوتی ہیں گھروں کو صاف رکھنا چاہئے اور کھانے پینے کی چیزوں کو ان سے بچانا چاہئے مگر اس کے برخلاف ہوں۔ کہ تم مکھیوں کی نسل برباد کر سکتے ہو۔ اور خدا نے خواہ مخواہ اور فضول ان کو پیدا کیا ہے۔ میرے عقیدہ میں ان باتوں سے انسان کا ایمان خراب ہو جاتا ہے۔ ہم کو چاہئے کہ خدا کی ذات پر ہر معاملہ میں بھروسہ رکھیں اور پھر اس کی دی ہوئی عقل و طاقت سے ظاہری انتظامات کریں۔ صفائی ہو۔ علاج معالجہ ہو حفظ ما تقدم ہو مگر یہ نہیں کہ اپنی عقل پر ایسے اترائیں کہ اہل یورپ کی طرح خدا کو بھول جائیں نہ یہ ہو کہ اپنی واقفیت کے گھمنڈ پر خدا کی غیبی تاثیرات کا انکار کرنے لگیں۔

جو تم نے مکھی کی تشریح بیاں کی کہ وہ ڈیڑھ سو انڈے دیتی ہے غلط ہے۔ اگر تم خردبین سے غور کر کے دیکھو تو معلوم ہو گا کہ ایک مکھی ہزار ڈیڑھ ہزار تک انڈے دیتی ہے پہلے وہ انڈے خوردبین میں ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے اسبغول کے بھیگے ہوئے دانے۔ دو چار روز کے بعد یہ خول بھی دور ہو جاتا ہے اور اس کے اندر سے مکھی کا بچہ پر پرزے جھاڑ کر اڑنے لگتا ہے۔

بوڑھے ڈاکٹر کی یہ باتیں سنکر سب نوجوانوں نے سر جھکا لیا۔ اور کہا جائے استاد خالی۔ ہم بھول میں تھے۔ بیشک ماننا پڑتا ہے کہ خدا نے اس کائنات کی کوئی چیز بیکار نہیں بنائی۔

مکھی کا تیسرا بیان دہلی جامع مسجد کی سیڑھیوں کے سامنے حضرت سرمد شہید رح کے مزار پر ایک مکھی بیٹھی تھی اور ان کی روح سے

جھگڑ رہی تھی۔ کہتی تھی تم نے یہ کیا لکھا ہے۔ کہ

سرمد غم عشق بوالہوس را ندہند

سوز دل پروانہ مگس را ندہند

یعنی بوالہوس کو عشق کا غم نہیں دیا جاتا جیسے کہ پروانے کے دل کا سوز مکھی کو نہیں ملتا۔

میں نہیں جانتی کہ تم نے یہ غلط بات کیوں لکھ دی رات کو پروانے کی حالت کو دیکھ چکی ہوں۔ اس کی باتیں سُن چکی ہوں عشق کے معنی یہ نہیں ہیں کہ بے قراری میں آپے سے باہر ہو جائے، اور آگ میں کود پڑے۔ عشق کا مادہ خدا نے ہر مخلوق کو دیا ہے اور بتایا ہے کہ اس سے اپنی نوع اور جنس کو بڑھاؤ نہ اس واسطے کہ جل کر مٹ جاؤ۔ میں اگر محبت میں جان نہیں کھوتی تو کیونکر ثابت ہوا کہ بوالہوس ہوں اور سوز عشق سے محروم ہوں روح سرمد نے محل فردوس سے آواز دی دیوانی یہی تیری بوالہوسی ہے جو تو لڑنے آئی ہے عشق کا سوز زباں بند کر دیتا ہے۔ سعدی سے سن کہ بلبل کو نصیحت کرتے ہیں کہ تو عشق پروانہ سے سیکھ کہ جل جاتا ہے اور اُف نہیں کرتا۔ تیری طرح نہیں کہ سویرا ہوا اور تو نے باغ میں پھولوں کے آگے نالہ و فریاد شروع کر دی۔

تو بھی اے مکھی بولنے والوں میں ہے اور بولنے والا درد محبت سے محروم رہتا ہے۔ میں نے قاتل کے آگے سر جھکا دیا تلوار کو دیکھ کر مسکرا دیا۔ اس لئے کہ عشق کے ملک کا یہی قانون ہے میں واقف نہیں کہ تجھ کو محبت کا کتنا حصہ ملا ہے اور وہ کیا ہے میں نے کبھی اس کی کوئی مثال نہیں دیکھی سنی،

مکھی بولی مقتول آدمی اَب بھی تیری زبان تیز ہے سُن میں تجھکو اپنی عاقلانہ خدمات محبت کا پتہ بتاتی ہوں جس کے لئے میں دنیا میں آئی ہوں۔

ابھی سویرے چند ڈاکٹر میرے نسبت بحث کر رہے تھے ان میں ایک ایماندار ڈاکٹر نے

کہا تھا کہ مکھی انسان کے جسمی زہر کو جو اس کے مسامات میں جمع ہو جاتا ہے چاٹ کر صاف کرتی ہے اور یہ بالکل ٹھیک ہے، اسی سے میری محبت پرستی ظاہر ہوتی ہے کہ آدمی کے مسامات صاف کر کے خون کے دورہ کو بڑھاتی ہوں اور جب خون کا دورہ اپنی نیچرل حالت پر درست ہونے لگتا ہے تو انسان اپنی قدرتی محبت کا فرض ادا کرتا ہے یعنی نسل بڑھانے کی صلاحیت اس میں ہو جاتی ہے، جو خدا کی مقرر کردہ قدرت کے موافق ہے ؛

اور سن میری خدمات محبّت کی تفصیل اور بھی ہے تو نے سُنا ہے مولٰنا روم فرما گئے ہیں کہ یہ جو لوگوں میں محبّت کا چرچہ ہے یہ سب گیہوں کھانے کا خمار ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ گیہوں عشق کی بنیاد ہے اور میں سب سے پہلے گیہوں کی بالوں میں انڈے دیتی ہوں اور وہیں میرے بچّے پیدا ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر مجھ کو میل کچیل کی مخلوق بتاتے ہیں مگر ذرا احوال سائنس کو غور سے دیکھیں کہ میرا اصل گھر تو جو اور گندم کی بال ہے ؛

اس کے بعد میری زندگی کا مشن یہ ہوتا ہے کہ نر درختوں کا جوہر نسل مادہ درختوں تک لے جاتی ہوں۔ اگر میں ان کے مقصد محبت کی قاصد نہ بنوں تو مادہ درختوں میں نہ پھول پیدا ہوں نہ پھل ؛

روحِ سرمد نے یہ سنکر کہا لو اپنے ہی منہ سے قبول کیا کہ تمہاری محبت فرضی ہے اجو مثال تمنے دی۔ اس میں تو مولانا روم آدمیوں کی فرضی اور نفسانی محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ کہ آدمی تو گیہوں کھا کر جذبہ نفسانی میں آتے ہیں اور اس کو عشق کے نام سے پکارتے ہیں حالانکہ محبت دوسری چیز ہے۔

رہی دوسری بات کہ تم نر اور مادہ درختوں کے باہم قاصد کا کام کرتی ہو اور نر کا جوہر نسل مادہ کو پہنچاتی ہو۔ اس کی نسبت میں نے کبھی غور نہیں کیا نہ مجھ کو میرے زمانہ میں اس کا علم دیا گیا۔

مکھی نے کہا۔ یہی تو میرا اعتراض ہے کہ تم اور مولانا روم جس عشق کی دھوم مچاتے ہو اور پرانے کو اس کی سند میں لاتے ہو وہ بے نتیجہ ہے۔ ان نیچرل ہے اور خود کشی کا

ہموزن ہے۔ اور میں جس محبت کا ذکر کرتی ہوں وہ منشائے قدرت و فطرت کے موافق ہے اور اس سے نتائج برآمد ہوتے ہیں۔

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ آسمان کے ایک فرشتہ نے مکھی کی زبان پکڑ لی اور کہا چپ او خانہ خراب چودہویں صدی کی نیچری عورت مردانِ خدا کے منہ لگتی ہے۔ اری تو کیا جانے اسرار محبت کو جذبات نفس میں بھی ایک حصّہ محبت کا رکھا گیا ہے۔ جو سلسلہ نسل کو اور سلسلہ پرورش کو قائم رکھتا ہے۔ مگر اصل محبت اور چیز ہے تجھ ناچیز کی وہاں تک رسائی نہیں ہو سکتی۔

مکھی بے تار کے تار پر

فرشتے کے دھمکانے سے مکھی چپ ہو گئی اور قبر سرمد سے اڑ کر سیدھی لال قلعہ میں پہنچی اور وہاں بے تار کے تار گھر کا جو کھمبا کھڑا ہے اس پر جا کر بیٹھی اور لندن کی مکھیوں کو آلارم دیا۔ مگر لندن کے دفتر میں اس وقت کوئی مکھی نہ تھی۔ پھر اس نے پیرس سے بات کرنی چاہی وہاں بھی کسی مکھی نے جواب نہ دیا اس کے بعد برلن پائے تخت جرمن سے مخاطب ہوئی وہاں ایک مکھی بیٹھی تھی اس نے جواب دیا تم کون ہو؟

دہلی کی مکھی نے کہا تمہاری بہن مکھی ہوں۔

کہاں سے بولتی ہو؟ دہلی ہندوستاں سے ؛

دہلی ہندوستاں کا نام سنکر برلن کی مکھی کچھ دیر چپ ہوئی۔ اور کہا افسوس ہے کہ میں تم سے گفتگو نہیں کر سکتی۔ تم حریف ملک کی رہنے والی ہو۔

دہلی کی مکھی نے کہا مجھے جنگی معاملات میں بات نہیں کرنی۔ میں مکھیوں کے قومی معاملات پر مشورہ لینا چاہتی ہوں۔

برلن کی مکھی نے کہا تعجب ہے تمہاری حالت پر کہ آج کے دن اپنی قوم کو یاد کرتی ہو۔ اور ملکی فرائض سے غافل ہو۔ میں اسوقت جرمن قوم کو اپنی قوم سمجھتی ہوں۔ اس کی سلامتی

میری سلامتی اس کی بربادی - میری بربادی - تم کو تو اس وقت اپنے ملک کا ساتھ دینا چاہیے
نہ کہ اپنی ذاتی خودغرضیوں کے خلجان میں پھنسا رہنا۔

دہلی کی مکھی برلن کی مکھی کے اس جواب سے بگڑ کر خاموش ہو گئی اس نے چاہا کہ
اڑ کر چلی جائے - کہ برلن کی مکھی نے پھر الارم (اشارہ) دیا۔

دہلی کی مکھی - کون؟

برلن کی مکھی - میں جرمنی مکھی - دہلی کی مکھی - کیا کہتی ہو؟
یہ پوچھتی ہوں کہ اس وقت لال قلعہ میں کتنی انگریزی فوج ہے؟

دہلی کی مکھی نے کہا چپ او مردار میرا امتحان لیتی ہے - ابھی کہہ چکی ہے کہ ملک کی
محبت کا ساتھ دو اور پھر مجھی سے فوجی بھید دریافت کرتی ہے - میں ہرگز نہیں
بتاؤں گی،

جرمنی کی مکھی نے کہا - شاباش آفرین ایسا ہی چاہیے
اچھا بتاؤ - تم قومی معاملہ میں کیا مشورہ لینا چاہتی تھیں - دہلی کی مکھی نے کہا یہ کہ
جرمن والوں نے مکھی کی نسبت کیا لکھا ہے - کیا وہاں بھی سب اسکو کشتنی کہتے ہیں
اور خطرناک مخلوق مانتے ہیں -

برلن کی مکھی نے کہا ہاں حالت تو یہی ہے - یہاں تو کہتے نہیں کر کے دکھاتے ہیں -
ان ملکوں میں مکھیاں شاذ و نادر ہی نظر آتی ہیں۔

تم کو شاید اس کا خیال نہ ہو گا کہ یورپ کی موجودہ عالمگیر جنگ کے اسباب میں ایک سبب
مکھیاں بھی ہیں - دہلی کی مکھی نے پوچھا - اچھی وہ سبب کیونکر ہے - ذرا مجھ کو بھی تو بتاؤ
برلن کی مکھی بولی تم جاہل ملک کی ہو - تمہیں نئی تحقیقات کی خبر نہیں - اب بعض فلاسفروں
نے تحقیق کیا ہے - کہ خود غرضی اور حسد بھی ایک جسمانی مادہ ہے جو مسامات جسم سے گیس
کی شکل میں باہر نکلا کرتا ہے اور جسم پر جم جاتا ہے - اس مادہ کی صفائی کسی چیز سے نہیں

ہوتی۔ اس کا علاج مکھی ہے وہ اس کو چاٹے تو بدن صاف ہو سکتا ہے، مگر چونکہ یورپ میں خارجی کوششوں سے مکھی کی پیدائش کم ہو گئی ہے اس واسطے حسد و خود غرضی کا مادہ یہاں کے لوگوں میں بڑھتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ اس نے عالمگیر لڑائی کی صورت اختیار کر لی۔

دہلی کی مکھی جرمنی مکھی کے اس بیان سے بہت خوش ہوئی۔ اور کہا بس بہن تو نے میرا جی خوش کر دیا۔ کل سے یہاں کے آدمیوں میں اپنے خلاف باتیں سن رہی تھی۔ اب ایک بات تم نے آدمی کے خلاف مجھ کو سنا دی جس سے میرا کلیجہ ٹھنڈا ہو گیا:

مکھی میدان جنگ میں

دہلی کی مکھی کو جرمنی مکھی کی بات سے ایسی غیرت آئی کہ اس نے لال قلعہ سے آتے ہی اپنی مکھیوں کو جمع کرنا شروع کیا اور جمع کر کے کہا۔ بہنو اور بھائیو! یہ وقت ہے کہ ہم سب ملکر اپنے ملک کا ساتھ دیں اور دشمن سے لڑنے چلیں۔

مکھیوں نے بھن بھنا کر کہا۔ ہم کیا لڑ سکتے ہیں۔ آدمی کا اور ہمارا کیا مقابلہ:

مکھی نے کہا کیوں نہیں مقابلہ کی بہت سی صورتیں ہیں۔ مثلاً یہ کہ دشمن کی مکھیوں کو جا کر چمٹ جائیں، مجھے معلوم ہے کہ یورپ میں مکھیاں گنتی میں کم ہیں۔ اس لئے ہم ہندوستانی مکھیاں ان کو چاٹ چاٹ کر فنا کر دیں گی۔

دوسرے یہ کہ دشمن کے سامان رسد کو زہریلا کر دیں گے۔ ان کی چاء میں دودھ میں شکر میں جا کر ڈیرے ڈال دیں گے اور ان سب کو زمین دیکھنی پڑے گی۔ تیسرے یہ کہ حریف زخمیوں کے زخموں میں انڈے دیکر کیڑے ڈال دیں گے:

ان کے علاوہ اور باتیں بھی ہیں جنکا اظہار میدان جنگ میں ہو گا یہاں انکا بیان کرنا خلاف مصلحت ہے:

لیڈر مکھی کی یہ تقریر سنکر سب مکھیوں نے میدان جنگ میں جانے کی تیاری شروع

کردی اور ریلوے اسٹیشن پر جا جاکر جمع ہونے لگیں۔ وہاں انکو بابو نے پلیٹ فارم پر جانے سے روکا اور کہا آج کل لڑائی کے سبب کالے آدمی بے ضرورت پلیٹ فارم پر نہیں جا سکتے۔ مکھیوں نے بگڑ کر کہا کہ ہم ملک کی خدمت کرنے اور جان دینے جاتے ہیں پھر کیوں ہمارے کالے رنگ کے سبب اندر آنے سے روکتے ہو۔ بابو نے کہا اگر تم فوج میں ہو تو پاس دکھاؤ۔ مکھیوں نے جواب دیا پاس ہمارے پاس نہیں ہے وہ حیران کھڑی تھیں اور سوچتی تھیں کہ اندر کیونکر جائیں۔ کہ اتنے میں گڑ اور چنے کی بوریاں دیسی سپاہیوں کے لئے ریل پر لانے کو اندر جانے لگیں۔ مکھیاں گڑ کو دیکھ کر اڑیں اور سب کی سب گڑ پر بیٹھ گئیں اور بے روک ٹوک اندر چلی گئیں پھر تو یہ ہو گیا کہ جو اسپشل ٹرین فوج کو لے کر روانہ ہوئی اسی کے ساتھ ایک غول مکھیوں کا بھی چلا گیا یہی وجہ ہے کہ آج کل یہاں مکھیاں گم ہو گئی ہیں اور مجھ کو ان کے فکر سے نجات ہے۔ ورنہ مکھی کا مضمون لکھنا دشوار تھا:

دوسرا ایڈیشن

مجموعہ کی شکل میں آنے کے بعد یہ کتاب دوسری بار شائع ہوتی ہے اب کے اس کا سرِ ورق رنگین کر دیا گیا ہے۔ مگر قیمت میں کچھ اضافہ نہیں کیا گیا:

مارچ ۱۹۲۵ء کارکن حلقۂ مشائخ بکڈپو دہلی

اندر کی کتاب

محبوب المطابع برقی پریس دہلی میں چھپی:

غزنوی جہاد

سلطان محمود غزنوی کے اُن حملوں کا

تاریخی تذکرہ

جو ہندوستان پر ہوئے، نہایت دلچسپ
نہایت مؤثر۔ ہر لڑائی کی پوری تفصیل اور
اُسکی وجوہات کا بیان ہے

قیمت صرف ۸ر

ملنے کا پتہ

کارکن حلقہ مشائخ بکڈپو دہلی

[illegible]